جرم کی سزا

تحریر:
محمد نجم مصطفائی

ناشر:
ادارہ تحقیقات اسلامیہ حنفیہ

تاثرات

﴿ حضرت علامہ مولانا محب الرحمٰن محمدی فاضل درس نظامی ﴾

جناب محمد نجم مصطفائی صاحب اس کتاب سے پہلے بھی کئی اور کتابیں لکھ چکے ہیں جو عوام میں بہت مقبولیت حاصل کررہی ہیں۔ خاص طور پر ان کی تحریر کردہ کتاب منزل کی تلاش اور حق کی تلاش یہاں اوگی میں بہت مقبول ہوئی ہیں مجھے ان کی ہر تصنیف کو پڑھنے کا اتفاق ہوا جو اُمتِ مسلمہ کیلئے بہترین سرمایہ ہیں۔ موصوف نے مجھے جرم کی سزا نامی کتاب عنایت کی تاکہ میں اس پر اپنی رائے دے سکوں میں نے اس کتاب کو لفظ بہ لفظ پڑھا ہے۔ اس کتاب میں جناب محمد نجم مصطفائی صاحب نے یہ درس دیا ہے کہ انبیاء کا ادب کرنا حکمِ الٰہی ہے اور جو محبان خدا کا ادب نہیں کرتا وہ خواہ کتنے بلند مرتبے والا ہی کیوں نہ ہو مردود کردیا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ محبوبان خدا کا ادب کرنا اسلام کی تعلیمات میں سے ہے اور ہمارا دین سراپا ادب ہے اگر یہ ادب نہیں تو دین بھی نہیں ادب ہمیشہ اسی کا کیا جاتا ہے جس کو اپنے سے برتر اور افضل سمجھا جائے۔

اللہ کی مخلوق میں سب سے عظیم ہستی حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ لہٰذا آپ کا ادب و احترام بھی سب سے زیادہ ہونا چاہئے۔ گویا آپ کی تعظیم وتوقیر اس قدر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد یہ حق کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے کے جتنے ذرائع ہیں خواہ وہ فرشتے ہوں یا رسول، کتابیں ہوں یا صحیفے، اولیاء کرام ہوں یا علماء حق' سب قابل تعظیم ہیں اور جو ان کی تعظیم نہیں کرتا وہ بارگاہِ خداوندی سے مردود کردیا جاتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو محبوبِ خدا کا ادب کرنے والا بنائے اور جناب محمد نجم مصطفائی کی اس تصنیف کو بھی مقبولیت عطا فرمائے ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے اور اس کتاب کو اُمتِ رسول کیلئے نفع بخش اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

فقیر محب الرحمٰن محمدی اوگی صوبہ سرحد

(23-9-98)

بلعم کہنے لگا اے قوم کے لوگو! میں کیا کروں میں بولتا کچھ اور ہوں اور میری زبان سے نکلتا کچھ اور ہے۔ پھر اچانک اس پر خداوند قدوس کا قہر نازل ہوا۔ یکا یک اس کی زبان لٹک کر سینے پر آ گئی پھر رو رو کر اپنی قوم سے کہنے لگا کہ افسوس میری دنیا و آخرت برباد ہو گئیں۔ نبی کی شان میں بے ادبی کرنے پر میرا ایمان جاتا رہا اور میں غضب الٰہی میں گرفتار ہو گیا۔ افسوس اب میری کوئی دعا اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر صاوی، ج ۲ ص ۹۴۔ تفسیر جلالین سورۂ اعراف۔ پ ۹، رکوع ۲۲)

مسلمانو! بلعم بن باعورہ کی المناک داستان کا ذکر قرآن مجید میں سورۂ اعراف میں آیا ہے جس سے اس حقیقت کا پتا چلا کہ بلعم بن باعورہ کیا تھا اور پھر کیا ہو گیا، مال و دولت کے لالچ اور حرص و طمع نے اسے ایسا جکڑا کہ اس کے لالچ میں اللہ کے نبی کیلئے بددعا کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ جب تک باادب تھا تو اسے وہ مقام و مرتبہ حاصل رہا کہ مستجاب الدعوات ہوا۔ مگر جب ایک نبی کا بے ادب ہوا اور ان کی شان و عظمت اور ناموس سے کھیلنے کیلئے آیا تو دنیا و آخرت میں ایسا ملعون و مردود ہوا کہ عمر بھر کتے کی طرح لٹکتی ہوئی زبان اپنے سینے پر لئے پھرا۔ سارے اعمال برباد ہو گئے تمام مراتب و کمالات چھین لئے گئے اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی شعلہ بار آگ کا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ایندھن بن گیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی کی سزا

صدیوں برس پہلے ثمود نامی ایک سرکش قوم رہا کرتی تھی جو انتہائی نافرمان اور گناہوں میں مبتلا تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قوم کی ہدایت کیلئے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ جب حضرت صالح علیہ السلام نے ثمود قوم کو نیکی کی باتیں بتائیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا تو اس نافرمان قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے کوئی معجزہ طلب کیا اور کہا کہ فلاں چٹان سے ایک فربہ اور خوب تندرست وتوانا گابھن اونٹنی نکالیئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس قوم کی بات مان لی اور ایک پہاڑ کی چٹان کی جانب اشارہ فرمایا۔ اشارہ پاتے ہی چٹان پھٹ گئی اور اس میں سے ایک نہایت ہی خوبصورت تندرست وتوانا اونٹنی ظاہر ہوگئی اور نکلتے ہی اس نے ایک بچے کو جنم دیا۔ اس بستی میں پانی کا ایک تالاب تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا اے لوگو! یہ اونٹنی معجزہ سے ظاہر ہوئی ہے لہٰذا ایک دن یہ تمہارے تالاب کا سارا پانی پی جائے گی۔

چنانچہ یہی ہوا کہ ایک دن وہ تالاب کا سارا پانی پی گئی جس سے ثمود قوم کو بڑی تکلیفیں اُٹھانا پڑیں۔ آخر تنگ آکر اس قوم نے یہ فیصلہ کرلیا کہ اونٹنی کو قتل کردیا جائے اسی قوم میں قدار بن سالف نامی ایک نوجوان بھی رہتا تھا جو ایک زانیہ عورت کا بیٹا تھا وہ اس مبارک اونٹنی کو قتل کرنے پر رضامند ہوگیا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا کہ اے لوگو! یہ اونٹنی اللہ کی ہے اس میں تمہارے لئے برکت کی نشانی ہے اس کی توہین ہرگز نہ کرنا ورنہ مارے جاؤ گے۔ مگر قوم نہ سمجھی آخر قدار بن سالف نے اللہ تعالیٰ کی اس مبارک اونٹنی کو ذبح کرڈالا اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبانہ گفتگو کرنے لگا۔ قوم ثمود کی اس سرکشی پر عذابِ الٰہی کا نزول اس طرح ہوا کہ ایک خوفناک آواز آئی پھر اچانک شدید زلزلہ آیا جس سے پوری بستی تباہ وبرباد ہوگئی اور اس طرح وہ نافرمان قوم عذابِ الٰہی کا شکار ہوکر ہمیشہ کیلئے صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔

پیارے مسلمان بھائیو اور محترم بہنو! اس سچے واقعے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۂ اعراف کے دسویں رکوع میں فرمایا ہے۔ اس ایمان افروز واقعہ سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے نسبت ہوجائے اس کی تعظیم وتوقیر بجالانا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبیوں کی پسندیدہ چیزوں کو بھی اپنا محبوب بنالیتا ہے اور جو ان محبوب چیزوں کی توہین وبے ادبی کرتا ہے عذابِ الٰہی کی ہری جھنڈی اسے دکھادی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کرکے اس کی توہین وتکذیب کرنے والی قوم عذابِ الٰہی کا شکار ہوکر ایسی فنا ہوئی کہ اس قوم کی نسل کا ایک آدمی بھی روئے زمین پر باقی نہ رہا۔ تو ذرا سوچئے! جو قوم اپنے کسی نبی کی توہین وتکذیب کرے بھلا وہ قوم عذابِ الٰہی سے محفوظ رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں عرض کی حضور میں فاقہ کشی کا شکار ہوں تو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو کسی بوڑھے کے آگے چلا ہوگا۔

غور فرمایئے! یہ بے ادبی محض لاپرواہی سے سرزد ہوئی کوئی شخص بھی بوڑھے آدمی کی گستاخی یا بے ادبی کی نیت سے آگے نہیں چلتا صرف اس لئے آگے نکل جاتا کہ بوڑھا کمزور اور بڑھاپے کے سبب آہستہ آہستہ چلتا ہے جبکہ نوجوان کو اس کی قوت و توانائی آہستہ چلنے نہیں دیتی اور وہ بوڑھوں سے آگے نکل جاتا ہے مگر پھر بھی سزا کا مستحق قرار دے دیا جاتا ہے اور وہ بھی معمولی نہیں بلکہ فاقہ کشی کی سخت ترین سزا۔ فاقہ کشی، بے روزگاری اور تنگدستی وہ بدترین عذاب ہے کہ جس سے ہر وقت حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھی پناہ مانگتے تھے۔ حدیثِ مبارکہ میں حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ فقر اور تنگدستی دونوں جہاں میں روسیاہی کا سبب بن جائے۔ ذرا سوچئے جب بڑے بوڑھوں کی تعظیم و توقیر میں لاپرواہی برتنے پر شدید عذاب کے مستحق قرار پائیں تو جو اللہ تعالی کی برگزیدہ ہستیوں بالخصوص انبیاء کرام علیہم السلام کی گستاخی و بے ادبی کرے وہ کس قدر سزا و عذاب کا مستحق ہوگا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی بے ادبی کرنے والوں کو عذابِ الٰہی نے اس طرح گرفتار کیا کہ زلزلوں کے جھٹکوں نے پوری آبادی کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ ذرا سوچئے ان لوگوں کا کیا ٹھکانہ ہوگا جو انبیاء علیہم السلام کی کھلی گستاخی اور بے ادبی کرتے ہیں۔ کیا ایسے لوگ عذابِ الٰہی کے جھٹکوں کی تاب لا سکیں گے؟ ہرگز نہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ روزِ اوّل ہی سے جن لوگوں کو اپنی اور اپنی نسلوں کی بقاء منظور تھی اور جو اہل ایمان تھے وہ اپنے اپنے مذہبی پیشواؤں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے آئے ہیں اور دیکھتے رہیں گے۔ ہر مذہب کے ماننے والوں نے اپنے اپنے انبیاء کو اپنی جان سے زیادہ محبوب اور عزیز جانا۔ اسی طرح ہر صاحبِ ایمان مسلمان نے اپنے روحانی پیشوا، رہبر و رہنما، امام الانبیاء، پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو بھی دل و جان سے چاہا اور دل و جان سے چاہتے رہیں گے۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر عقیدت و محبت اور ادب و احترام ہی دراصل ایمان بلکہ ایمان کی روح اور ایمان کی جان ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی اہمیت اپنی جگہ مگر ان تمام فرائض کی روح، جڑ اور بنیاد صرف اور صرف حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت ہی ہے۔ اگر حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ادب و احترام دل میں ہے تو سب کچھ ہے ورنہ سب کچھ بے کار ہے۔

زاہد خیالِ پیرویِ مصطفیٰ رہے ۔۔۔ پھر اس کے بعد تیری عبادت قبول ہے

میرے مسلمان بھائیو! قرآن مجید فرقان حمید وہ مقدس کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہم جیسے گناہگاروں کی ہدایت کیلئے اپنے پیارے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ مقدس کلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے ذریعے اور وسیلے سے ہمیں ملا۔ لہٰذا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی قاری قرآن، معلم قرآن اور عالم قرآن ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہیں، کیسے ہیں، ان کا مقام و مرتبہ کیا ہے۔ قرآن سے بہتر کوئی نہیں بتا سکتا اور نہ ہی حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان و عظمت، تعظیم و توقیر اور ادب و احترام اللہ تعالیٰ سے بہتر اور کوئی بیان کر سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

یا یھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق النبی ولا تجھر والہ بالقول

کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ط (سورۂ حجرات:۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کی حضوری میں بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

یوں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں بے شمار موقعوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب و احترام بجالانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے مگر مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں جہاں ادب و احترام کا حکم ارشاد فرمایا وہاں نافرمانی یا بے ادبی کرنے پر سخت وعید بھی دی گئی ہے۔

جو ادب و احترام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا اس ادب کا کروڑواں حصہ بھی شاید ہم ادا نہ کر سکتے ہوں لیکن اسکے باوجود اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان پر اس حقیقت کا اظہار کر دیا کہ اے ایمان والو! بیشک تم میرے محبوب کی مقدس جماعت ہو، بے شک تم صحابیت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو اور بے شک میں تم سے راضی بھی ہوں مگر یاد رکھنا اگر تم اپنے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی بقاء چاہتے ہو تو تمہارے لئے لازمی ہے کہ تم اپنی زندگی کی ہر سانس میں اس بات کا خیال رکھنا کہ کہیں تم سے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بال کے کروڑویں حصے کے برابر بھی بے ادبی نہ ہونے پائے ورنہ یاد رکھو قہر و غضب کی ایسی بجلیاں گراؤں گا جو تمہارے ایمان اور اعمالِ صالحہ کو جلا کر راکھ کر دیں گی اور تمہیں خبر تک نہ ہوگی۔

ہمارا یہ ایمان ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین جیسے پیکرِ ایمان مسلمان قیامت تک پیدا نہیں ہو سکتے مگر اس کے باوجود صحابہ کرام کو بھی خبردار کر دیا گیا کہ ہرگز میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اونچا مت بولنا ورنہ تمام عمر کی نیکیاں برباد کر دی جائیں گی اور تمہیں خبر تک بھی نہیں ہوگی۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت اونچا سنا کرتے تھے۔ اپنی اس کمزوری کی وجہ سے اونچی آواز سے بولا بھی کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں جاتے تو مجبوراً اونچی آواز سے بولتے تھے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب سکھانے کی غرض سے اس آیتِ کریمہ کو نازل فرمایا۔ جس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہوش اُڑ گئے۔ خوفِ خدا سے لرز گئے اور کسی مقام پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اتفاق سے ایک اور صحابی حضرت عاصم بن عدی ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے حیران ہوکر رونے کا سبب پوچھا۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روتے ہوئے جواب دیا اے عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک آیت نازل فرمائی ہے جس میں ربّ العالمین نے ارشاد فرمایا ہے، اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند مت کرو ورنہ تمہارے سارے اعمال برباد کردیے جائیں گے اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔ اے عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اس آیتِ مقدسہ کے بارے میں میرا گمان ہے کہ یقیناً یہ آیتِ کریمہ میرے ہی بارے میں نازل کی گئی ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں میرے سارے اعمال برباد نہ ہوگئے ہوں۔ اسی طرح کہیں میں جہنمی نہ ہوگیا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوگئے اور حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر آگئے اور اپنی بیوی سے فرمانے لگے، اے میری رفیقہ مجھ پر ایک بہت بڑی مصیبت آپڑی ہے وہ یہ کہ میرے بارے میں عذابِ الٰہی کی آیت نازل ہوئی ہے لہٰذا تم مجھے ایک کمرے میں بند کردو تاکہ میں خوب رو رو کر بارگاہِ خداوندی میں توبہ استغفار کروں شاید حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دریائے رحمت جوش میں آجائے تو مجھے اُمید ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ بھی مجھے معاف فرمادے گا۔

چنانچہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بند کمرے میں خوب روئے۔ ادھر حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حالِ زار بیان کردیا۔ اُمت کے غمگسار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل تو ویسے ہی رحمت کا سمندر تھا۔ جب اپنے عاشقِ زار مخلص صحابی کا یہ حال سنا تو قلبِ انور میں رحم و کرم کا سمندر جوش مارنے لگا۔ فوراً ارشاد فرمایا اے عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! فوراً جاؤ اور ثابت بن قیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا لاؤ۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ پورا گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمرے میں رو رو کر برا حال کیے ہوئے ہیں۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے پکار پکار کر کہا اے ثابت جلدی کرو تمہیں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یاد فرمایا ہے۔ حکم سنتے ہی حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے تابانہ انداز میں دوڑ پڑے اور روتے ہوئے

بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوگئے اور عرض کرنے لگے، اے میرے آقا! میرے بدن کا ایک ایک بال خوفِ خدا سے کانپ رہا ہے اور میرے دل و دماغ کے گوشے گوشے میں رنج و غم کا ایک طوفان ہے جو ہلچل مچا رہا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت دیکھ کر ارشاد فرمایا، اے ثابت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اطمینان رکھو تمہارا عمل ضائع نہیں ہوگا بلکہ میں تمہیں تین بشارتیں بھی دیتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ تمہاری زندگی نہایت قابل تعریف گزرے گی۔ دوسری بشارت یہ کہ تمہیں شہادت نصیب ہوگی۔ سوئم یہ کہ تم جنت میں جاؤ گے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بشارتیں سن کر وجد میں آگئے اور عرض کرنے لگے، یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آج سے میں عہد کرتا ہوں کہ زندگی بھر آپ کی بارگاہ میں بلند آواز سے بات نہیں کروں گا۔ شانِ قدرت دیکھئے کہ جیسے ہی حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بات مکمل کی اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی جوش میں آگئی، فوراً جبرائیل امین بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں قرآنی فرمان لے کر نازل ہوئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ ط

لھم مغفرۃ واجر عظیم (سورۃ حجرات:۳)

ترجمہ: بیشک وہ جو اپنی آوازیں رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے حضور پست کرتے ہیں

وہ ہیں جن کا دل اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کیلئے پرکھ لیا ہے ان کیلئے بخشش اور بڑا اجر و ثواب ہے۔

ذرا غور فرمایئے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ ایک عاشق رسول صحابی ہیں، صرف اونچا بولنے کی بناء پر عتابِ الٰہی نے جھنجھوڑ دیا۔ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاف نہ فرمایا اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے بھی معاف نہ کیا جیسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی کریمانہ بشارتوں سے نوازا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کیلئے مغفرت کا پروانہ ارسال کردیا۔ معلوم یہ ہوا کہ جس دل میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب و احترام ہوگا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس سے راضی ہوگئے تو پھر ربّ العالمین بھی اس سے راضی ہوگیا۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اکثر یہ معمول رہتا کہ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو دینی تعلیم دیتے اور جب کوئی بات کسی صحابی کی سمجھ میں نہ آتی تو صحابہ عرض کرتے: راعنا یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول ذرا ہمارے حال پر رعایت کر دی جائے یعنی ذرا وضاحت سے سمجھا دیا جائے۔ یہی لفظ یہودیوں کی زبان میں گستاخی اور بے ادبی کا لفظ سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے یہی لفظ گستاخی اور بے ادبی کی نیت سے بولنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کی نیت سے واقف تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی یہودی کے منہ سے لفظ راعنا سنا تو فرمایا اے دشمن اسلام! تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اگر میں نے اب کسی یہودی کے منہ سے لفظ راعنا سنا تو اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ یہودی بولا، اے سعد تم مجھ پر ناراض ہوتے ہو مسلمان بھی تو یہی لفظ کہتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رنجیدہ ہو گئے اور بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو اس وقت جبرائیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

یا ایھا الذین امنو لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا واسمعوا ط (سورۃ البقرہ:۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! ہمارے (محبوب کو) راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں۔

غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب و احترام کا کس قدر خیال ہے کہ جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہوا اسے بھی زبان پر لانے سے منع فرما دیا اور لفظ راعنا کی جگہ اُنظرنا کہنے کا حکم صادر فرما دیا تاکہ کسی گستاخ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا موقع نہ ملے۔ دربارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ادب صرف آپ کے ظاہری دَور تک ہی محدود نہ تھا بلکہ قیامت تک تمام مومنین پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب واحترام، تعظیم وتوقیر فرض عین ہے۔

ایک مرتبہ ہارون رشید بادشاہ شہنشاہِ کون ومکاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ پاک پر حاضر ہوا اور اونچی آواز سے باتیں کرنے لگا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اس وقت کسی گوشے میں تشریف فرما تھے۔ فوراً غضبناک ہو گئے اور اسے سختی سے ڈانٹ دیا۔ فرمایا اے ہارون رشید! ادب کا لحاظ رکھو یہ تمہاری بادشاہت کا دربار نہیں بلکہ دربارِ رسول ہے یہاں پست آواز میں باتیں کرنے کا حکم ہے۔ اونچا بولنے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں منع فرمایا ہے۔ ہارون رشید فوراً سہم گیا اور پھر نہایت ادب و خاموشی سے روضہ رسول پر حاضر ہوا۔

مسلمانوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب واحترام ہر معاملہ میں فرض ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب بھی یاد کیا جائے تو انتہائی تعظیم وتوقیر اور انتہائی معزز و پر عظمت القاب سے کیونکہ قرآن مجید میں یہ واضح کر دیا ہے کہ اگر آدابِ نبوت کا خیال نہ رکھا گیا اور حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ذرا بھی بے ادبی سے کام لیا گیا تو عمر بھر کی نیکیاں برباد ہو جائیں گی۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

آسمان کے نیچے عرش سے بھی زیادہ نازک ایک ایسی ادب گاہ ہے جہاں حاضری دیتے وقت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی بزرگ ہستیاں بھی مارے ادب کے اپنی سانسیں روکے ہوئے آتے ہیں۔

قرآن مجید میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن میں سابقہ انبیاء علیہم السلام سے ان کی اُمت کے افراد جاہلانہ گفتگو کرتے، سخت بیہودہ گوئی سے کام لیتے اور ان کی مقدس شان میں برملا گستاخیاں بھی کرتے۔ مثلاً

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے ان سے یوں خطاب کیا:

وانا لنظنك من الكذبين (سورۂ اعراف:۶۶)

ترجمہ: بے شک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اس طرح کہا:

انا لنرك في ضلل مبين (سورۂ اعراف:۶۰)

ترجمہ: بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اس طرح کہا:

انی لا ظنك يموسىٰ مسحورا (بنی اسرائیل:۱۰۱)

ترجمہ: اے موسیٰ میرے خیال میں تو تم پر جادو ہوا۔

اسی طرح ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بھی کفاروں اور منافقین نے خوب گستاخیاں کیں۔ کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاعر کہا، تو کسی نے کاہن ہونے کا الزام لگایا (معاذ اللہ)۔ کسی نے مجنون کہا تو کسی نے بہت بڑا جادوگر کا بہتان لگایا (معاذ اللہ)۔ مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو شان ہی نرالی ہے۔ ربّ تعالیٰ کے اپنے مقدس ومکرم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فضل وکرم کی انتہا ہے جب بھی گستاخوں اور بے ادبوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کی، آپ پر کوئی الزام لگایا، زبان درازی کی، آپ کی شان اقدس میں غیر مناسب جملے کہے تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب ارشاد فرمایا:

فما انت بنعمت ربك بكاهن ولا مجنون (سورۂ طور:۲۹)

ترجمہ: تم اپنے ربّ کے فضل سے نہ کاہن ہو نہ مجنون۔

اسی طرح ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

وما علمنه الشعر وما ينبغي له (سورۂ یٰسین:۶۹)

ترجمہ: اور ہم نے اپنے رسول کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان کی شان کے لائق ہے۔

قرآن مجید کے ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ جب کبھی بھی کفار اور منافقین نے شانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گھٹانے یا ان کی بارگاہِ عالی میں بے ادبی کا مظاہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مدافعت کی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمایت کر کے آپ کی شان وعظمت کو چار چاند لگادیے بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مزید عزت افزائی کیلئے اللہ تعالیٰ نے تمام کفار، منافقین کیلئے خلاف اعلان فرمادیا:

ان الذين يوذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخرة واعدلهم عذابا مهينا (سورۂ احزاب:۵۷)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں ملعون کردیا اور ان کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایذاء اور تکالیف سے پاک ہے اسے کون ایذاء دے سکتا ہے۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی گستاخی اور اپنی ایذاء فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنا اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانا ہے ایسے گستاخ اور بے ادب کیلئے دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں دردناک عذاب ہے۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اتنا قریب ہوگیا کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کا حافظ بن گیا۔ بلکہ کاتبِ وحی ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ایک دن وہ کہنے لگا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو تو بس اتنا ہی علم ہے جتنا میں ان کو لکھ کر دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ مرتد ہوکر بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھاگ گیا۔ جب مرا تو قہرِ خداوندی کا شکار ہوگیا۔ جب اس کو قبر میں دفنایا تو قبر نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا۔ نصرانیوں نے جب اسے قبر کے باہر دیکھا تو انہیں شبہ ہوا کہ شاید صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) نے اس کی لاش کو قبر سے باہر نکل دیا ہوگا۔ چنانچہ نصرانیوں نے دوبارہ گہری قبر کھودی مگر پھر اس کی لاش خود بخود زمین سے باہر آگئی۔ لوگوں کو یقین ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کی لاش کو زمین ہی پر پڑا رہنے دیا۔ (بخاری شریف، ج ۱ ص ۵۱۱ بحوالہ شواہد النبوۃ، ص ۳۱۲)

اسی طرح ایک واقعہ اور ملتا ہے کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہوگئی۔ اس کی تلاش جاری تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ موجود ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان پر ایک شخص بولا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے۔ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) غیب کیا جانیں؟ اسی وقت جبرائیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

قل ابا اللّٰہ وایتہ ورسولہ کنتم تستھزؤن لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (سورۂ توبہ: ۶۵، ۶۶)

ترجمہ: تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہوکر۔

پیارے مسلمان بھائیو! اوپر دیئے گئے دونوں واقعات پر ذرا غور کریں۔ مذکورہ دونوں واقعات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی نفی کرنے کے جرم میں اللہ تعالیٰ نے منافقین اور گستاخوں اور بے ادبوں کے ایمان کو جلا کر راکھ کر دیا اور دائرۂ اسلام سے خارج کر کے کفر کا طوق گلے میں ڈال دیا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ذرا سی بھی بے ادبی کفر ہے اور کفر ایک ایسا جرم ہے جو بڑے سے بڑے عابد و زاہد پرہیزگار مسلمان کو بھی دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں قصداً، عمداً، اشارتاً، کنایۃً یا تحریراً ادنیٰ سی بھی گستاخی کفر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بہت پہلے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جن آگ سے پیدا فرمایا یہ جن اللہ کو بہت پسند تھا نوری فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ بارگاہِ خداوندی میں اسے بڑے بڑے درجات اور بلند ترین مرتبے عطا کیے گئے تھے۔ صحابیٔ رسول حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ چار ہزار برس تک جنت کا خزانچی رہا اور چالیس ہزار برس تک فرشتوں کے سامنے وعظ و تبلیغ کرتا رہا۔ تیس ہزار سال تک مقربین کا سردار رہا اور ایک ہزار برس تک روحانین کی سرداری کے منصب پر رہا۔ چودہ ہزار برس تک عرش کا طواف کرتا رہا۔ پہلے آسمان پر اس کا نام عابد، دوسرے نام آسمان پر زاہد، تیسرے نام پر عارف، چوتھے آسمان پر ولی، پانچویں آسمان پر تقی، چھٹے آسمان پر خازن اور ساتویں آسمان پر عزازیل اور لوح محفوظ پر اس کا نام ابلیس لکھا ہوا تھا۔ یہ جن اپنے انجام سے غافل اور خاتمہ سے بے خبر تھا۔ [۱]

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین سے ایک مٹھی مٹی لائیں۔ حکم الٰہی سنتے ہی حضرت عزرائیل علیہ السلام آسمان دنیا کو چیرتے ہوئے دنیا میں تشریف لائے اور ایک مٹھی مٹی اُٹھائی تو روئے زمین کی اوپری سطح چھلکے کی مانند اُتر کر آپ کی مٹھی میں آ گئی۔ [۲]

پھر اس مٹی کو مختلف پانیوں سے گوندھنے کا حکم فرمایا پھر ایک مدت کے بعد اس مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر جنت کے دروازے پر رکھ دیا گیا جس کو دیکھ کر فرشتوں کی جماعت تعجب کرتی تھی کیونکہ فرشتوں نے ایسی شکل و صورت کی کوئی مخلوق دیکھی تک نہیں تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پتلے میں روح کو داخل ہونے کا حکم فرمایا۔

زرقانی شریف میں ہے کہ روح اس قید خانے میں آنے اور جسم میں داخل ہونے سے گھبرائی جب حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی کو چمکایا تو ہزار جان سے عالم شوق میں روح جسم میں داخل ہوئی۔ [۳]

جب روح داخل ہو کر نتھنوں میں پہنچی تو آپ کو چھینک آئی اور جب روح زبان تک پہنچی تو آپ نے الحمدللہ پڑھا۔ [۴]

---

۱ (صاوی، ج ا ص ۲۲ از امام صاوی۔ جمل، ج ا ص ۴۱)

۲ (خازن، ج ا ص ۳۶ از امام علی بن محمد خازن۔ جمل، ج ا ص ۳۹)

۳ (زرقانی شریف، ج ا ص ۶۳)

۴ (خازن، ج ا ص ۳۶)

ایک مرتبہ حضور سرورِکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی کسی بات پر میری شان میں گستاخی کرتے ہو وہ اپنے ساتھیوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہ کہا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے کڑکتی ہوئی آیت بجلی کی سی مانند نازل فرمائی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

یحلفون باللّٰہ ما قالوا ط ولقد قالوا کلمۃ الکفر واکفروا بعد اسلامھم (سورۃ توبہ:۷۴)

ترجمہ: اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بے شک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہوئے۔

محترم مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا یا لکھنا کفر ہے۔ اگرچہ لاکھ مسلمان ہونے کا دعویدار کیوں نہ ہو۔ خواہ دینی خدمات ہی کیوں نہ سرانجام دیتا ہو۔ کروڑ بار کلمہ بھی پڑھ لے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ لاکھ ادا کرے' جب تک کلمہ کفر سے توبہ نہ کریگا وہ کافر ہی رہے گا۔ نکاح فاسد رہے گا، اولاد بھی حرام کی ہوگی۔

ایک مرتبہ حضرت جبرائیل امین بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آج میں نے ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا۔ مجھے کوہ قاف جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں مجھے رونے اور چلانے کی آواز سنائی دی۔ میں وہاں گیا تو مجھے ایک فرشتہ دکھائی دیا جس کو میں نے پہلے بھی آسمان پر دیکھا تھا جو اسوقت بڑے اعزاز واکرام کیساتھ رہتا تھا۔ وہ ایک نورانی تخت پر بیٹھا کرتا اور اس کے گرد ستر ہزار فرشتے صف بستہ کھڑے رہتے۔ لیکن آج میں نے اسی فرشتہ کو کوہ قاف کی وادی میں روتے ہوئے اور پریشانی کی حالت میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا حال اور کیا معاملہ ہے؟ وہ بولا، معراج کی رات جب میں اپنے نورانی تخت پر بیٹھا تھا تو اس وقت میرے قریب سے اللہ کے مقدس اور محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گزرے تو میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور ادب کی پرواہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ کو میری یہ ادا پسند نہ آئی اور مجھے ذلیل کر کے اس بلندی سے اس پستی پر پھینک دیا۔ پھر فرشتہ بولا، اے جبرئیل! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری سفارش کرو کہ اللہ تعالیٰ میری اس غلطی کو معاف فرمائے اور مجھے میرا منصب پھر بحال کردے۔ میں نے اس فرشتے کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کی درخواست کردی۔ بارگاہِ خداوندی سے ارشاد ہوا اے جبرائیل! اس فرشتے کو بتادو کہ اگر وہ معافی چاہتا ہے تو میرے نبی پر دُرود پڑھے۔ چنانچہ میں نے اس فرشتے کو یہ خوش خبری سنائی تو وہ سنتے ہی حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر دُرود وسلام پڑھنے میں مشغول ہوگیا۔ پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے بال و پر آگئے اور پھر اس ذلت وپستی سے اُڑ کر آسمان کی بلندیوں پر جا پہنچا۔ (زہرۃ الریاض۔ معارج النبوۃ)

مسلمانو! اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ادب و تعظیم بجالانا اللہ تعالیٰ کے قوانین میں سے ایک قانون ہے۔ قرآنی فرمودات سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بال کے کروڑویں حصے کے برابر بھی بے ادبی نہ کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے لیکر تابعین، اولیائے کاملین، محدثین، آئمہ مجتہدین تک اور قیامت تک اہل ایمان اپنے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب و احترام کرتے آئے اور کرتے رہیں گے۔ آپ کی شان میں قصیدے پڑھتے آئے ہیں اور پڑھتے رہیں گے۔ مگر اے مسلمانو! آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ اسی آسمان تلے اور اسی دھرتی کے اوپر ایک ایسی مخلوق بھی بستی ہے جس نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنا اپنا مشغلہ بنا رکھا ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان و عظمت کے منکر ہیں، جن کے دلوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغض و عناد بھرا ہوا ہے۔ جن کی شقاوت و عداوت کا یہ عالم ہے کہ یہ لوگ ہر مسلمان کو امر گمراہی پر جمع کر کے اپنے آپ کو مضبوط و منظم کئے جا رہے ہیں اور اہل ایمان کے دلوں سے عشق رسول کی دولت کو نکال کر گستاخِ رسول بنا رہے ہیں۔ ہاں ہاں یہ بے ادب و گستاخ رسول اسی زمین پر دندناتے پھر رہے ہیں جن کی بغلوں میں آستین کے سانپ چھپے ہوئے ہیں۔ آپ یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ایسے گستاخ و بے ادب شاید عیسائی، یہودی، قادیانی وغیرہ ہوں گے۔

میرے بھائیو! یہودی ہو یا عیسائی، ہندو ہو یا قادیانی' ان کی اسلام دشمنی اپنی جگہ بجا ہے لیکن میں جس گروہ کو آپ پر واضح کرنا چاہتا ہوں مزے کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ نماز وہ پڑھتے ہیں، حج خوب جھوم جھوم کر کرتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں غرضیکہ خوب نیکیاں کرتے ہیں لیکن دلوں کی شقاوت، حسد، بغض و عناد کا یہ عالم ہے کہ ہر ہر لمحہ اس فکر میں غرق رہتے ہیں کہ کسی طرح عظمتِ مصطفیٰ کو ختم کر دیا جائے قبل اس کے کہ ان بے ادبوں اور گستاخوں کا پردہ چاک کیا جائے اللہ تعالیٰ کا ایک فرمان سن لیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباء کم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ط ومن یتولھم منکم فاولٰئک ھم الظلمون (سورۂ توبہ:۲۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیو کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں اور جو تم میں سے ان سے دوستی کرے گا وہ ظالم ہوگا۔

محترم مسلمانو! قرآن مجید کے مذکورہ بالا فرمان کو پیشِ نظر رکھ کر آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گستاخ اور بے ادب سگا باپ ہی کیوں نہ ہوں، چاہے سارا خاندان ہی کیوں نہ ہو، خواہ دوست احباب ہی کیوں نہ ہوں قرآنی فیصلے کے مطابق اس بے ادب اور گستاخ کی مروت جائز نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت کا یہ تقاضا ہے کہ قرآنی احکام پر عمل کیا جائے اپنی آنکھوں پر سے اقرباء پروری دوستی اور رشتہ داری کی عینک اُتار کر عشق رسول سے سرشار آنکھوں سے دیکھ کر فیصلہ کیا جائے۔ فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔ گستاخوں کا پردہ چاک میں کر دیتا ہوں۔

میرے محترم بھائیو! یہ وہ بے ادب و گستاخ رسول ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسی ایسی گستاخانہ اور کفریہ عبارتیں لکھی ہیں جن سے ایمان کا سرمایہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ وہ بے ادب، گستاخ رسول وہابی فرقہ اور دیوبندی فرقہ ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو پکا مسلمان کہتے ہیں لیکن ان کے دل بغض و عناد سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے مولویوں نے اپنی اپنی کتابوں میں ناموس رسالت پر تابڑ توڑ حملے کئے۔ انہوں نے اپنی کتابوں کے صفحات ایسے شرمناک خوابوں سے سیاہ کئے ہیں جو انتہائی شدید گستاخی پر مبنی ہیں۔ جسے سن کر نہ صرف مسلمان بلکہ اگر کوئی غیر مسلم بھی سنے تو اس کا بھی سینہ وجہ غم سے شق ہو جائے۔ کس قدر خبیث ہے وہ زبان اور کس قدر ذلیل ہے وہ قلم جس نے ایسے شرمناک حیاء سوز اور ایمان سوز خواب قلمبند کئے کہ تہذیب و شرافت کا جنازہ نکال دیا۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ دیوبندی خواب اہل ایمان کو چونکا کر رکھ دیں گے۔ اس سے پہلے کہ علمائے دیوبندی کے من گھڑت اور گستاخانہ خواب آپ کے سامنے لائے جائیں پہلے خواب کے بارے میں چند احادیثِ مبارکہ سن لیجئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے، اچھے خواب نبوت کے چھیالیس واں حصہ ہیں۔ (بخاری و مسلم)

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ نبوت کے آثار میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا سوائے مبشرات کے یعنی نبوت میرے بعد ختم ہو جائے گی اور آئندہ آنے والے واقعات کے علم کا ذریعہ مبشرات کے سوا کوئی نہ ہوگا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ مبشرات کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا، اچھے خواب۔ (بخاری شریف)

معلوم ہوا کہ اچھے خواب نبوت کے آثار میں ہیں اور نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے، مومن کا خواب جھوٹا نہ ہوگا اسی لئے جو چیز نبوت کے اجزاء میں سے ہو وہ کبھی جھوٹ نہیں ہوسکتی۔ (بخاری شریف)

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ہے، اچھا خواب خدا کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے۔ اچھے خواب چونکہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں لہٰذا جو خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہوں وہ خواب کبھی جھوٹے اور شیطانی نہیں ہوسکتے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے، جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ میری صورت کی مثل بن سکے۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۲۱)

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخیاں

مسلمانو! اب علماء دیو بند کے خواب سنئے اور فیصلہ اپنے ایمان اور ضمیر کی روشنی میں کیجئے۔ پہلا خواب سنئے اور اپنے سر کو پیٹئے۔

دیو بند مدرسہ کے مہتمم قاری محمد طیب لکھتے ہیں کہ بھوپال میں موجود نواب کے والد کافی عرصہ سے بیمار تھے ریاست کے ایک افسر نے جو اہلحدیث تھے خواب دیکھا کہ نواب بھوپال بطور امام آ گے ہیں اور ان کے پیچھے ایک بہت بڑی جماعت ہے جو نماز پڑھ رہی ہے اور ان مقتدیوں میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ افسر نواب کی یہ عظمت کہ وہ امام الانبیاء کے امام ہیں اور امام الانبیاء ان کے مقتدی ہیں۔ دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ (ملاحظہ کیجئے روز نامہ انجام کراچی ۲۰/ اگست ۱۹۵۷ء)

دیو بندیوں کے مایہ ناز پیشوا اشرفعلی تھانوی نے اپنے ایک مرید کا خواب قلمبند کیا ہے۔ سنئے اور ان کی سوچ وفکر پر آنسو بہایئے۔ مرید کہتا ہے، خواب نظر آیا کہ جمعہ کیلئے صف بندی ہو رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احقر کے بائیں جانب تھے اور حضرت والا اشرف علی تھانوی نماز جمعہ پڑھا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احقر کا بازو پکڑ کر اپنے آگے کی صف میں کر دیا تھا اس خواب کی وجہ سے دل کو ایسی خوشی محسوس ہوئی کہ جس کے اظہار کو کوئی لفظ ہی سمجھ میں نہ آیا جو تحریر کروں۔

(ملاحظہ کیجئے از اشرف علی تھانوی اصدق الرؤیا، حصہ دوم صفحہ ۲۴)

محترم مسلمانو! ان دونوں خوابوں کو اپنے ایمانی عقیدے سے پڑھئے اور پھر خود اپنے ضمیر کی عدالت سے اس کا فیصلہ کیجئے کہ دیو بندی فرقہ کے علماء نے کس دیدہ دلیری اور بے باکی سے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے علماء کا مقتدی بنایا ہے۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اپنے علماء کی امامت اور حضور کے مقتدی ہونے کے خواب خوب شائع کئے جا رہے ہیں اور حضور کو مقتدی دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہے ہے۔ کہاں امام الانبیاء جنہوں نے شبِ معراج کے موقع پر مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کو اپنی اقتداء میں نماز پڑھائی اور کہاں چودھویں صدی کے نام نہاد مولوی۔

مسلمانو! خدا کیلئے بتاؤ کیا یہی دینداری ہے؟ کہ امتی امام اور اللہ کا رسول مقتدی بن جائے۔ ایک اور خواب سنئے۔

دیو بندیوں کے مذہبی پیشوا اشرف علی تھانوی کے ایک مرید کیا خواب دیکھتے ہیں اور ان کے مرشد صاحب اسی خواب کو اپنی کتاب میں جگہ دے کر اپنی نام نہاد عظمت کا ڈنکا بجوانے کیلئے عظمتِ مصطفیٰ کو چاک چاک کر رہے ہیں۔ مرید خواب بیان کرتا ہے۔

میں نے خواب دیکھا کہ ایک محلے میں حضور (مولوی اشرف علی تھانوی) کا وعظ ہے۔ محل میں ایک بہت بڑا تخت بچھا ہوا ہے جس پر سفید فرش ہے تخت اس قدر اونچا ہے کہ دو تین سیڑھیاں چڑھ کر اس پر پہنچنا ہوتا ہے اس تخت پر حضور مولوی اشرف علی تھانوی وعظ فرما رہے ہیں اور نیچے عام لوگوں کی مجلس میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ (اصدق الرؤیا، ج ۲ ص ۳۹)

یہ تو ایک مرید کا خواب تھا جس میں اپنے پیر اشرف علی تھانوی کو اسقدر عظمت دی جارہی ہے کہ وہ تخت پر بیٹھ کر تبلیغ دین کر رہے ہیں جبکہ پیغمبر خدا نیچے عام دریوں پر بیٹھے ہوئے ان سے درس لے رہے ہیں۔اب ذرا تھانوی صاحب کی مریدنی کا خواب بھی سن لیجے کہ وہ کیا خواب دیکھ رہی ہیں اور پیر صاحب اس خواب کو بھی اپنی کتاب میں جگہ دے رہے ہیں۔

مریدنی کہتی ہے کہ اس خادمہ نے ایک خواب دیکھا آپ اپنی کرسی پر تشریف لے گئے اور پھر واپس تشریف لا کر فرمایا کہ میرے پیچھے کون بیٹھے ہیں؟ باجی (بڑی پیرانی) نے جواب دیا کہ آپ کے پیر جی حاجی امداداللہ صاحب ہیں پھر دریافت فرمایا کہ حاجی کے پیچھے کون ہیں؟ باجی نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔(معاذ اللہ) (کتاب اصدق الرؤیا، ج ۲ ص ۲۶)

علماء دیوبند اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں، ایک صالح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اُردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں۔فرمایا کہ جب سے علمائے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔سبحان اللہ اس سے مرتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔ (براہین قاطعہ، ص ۲۶)

اس خواب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اُردو زبان نہیں آتی تھی جب سے مدرسہ دیوبند کے مولویوں سے آپ کا تعلق ہوا اُردو زبان سیکھ لی یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدرسہ دیوبند آکر دیوبندیوں سے اردو کی تعلیم حاصل کرتے رہے جس سے مدرسہ دیوبند کا مرتبہ بلند ہوا۔(معاذ اللہ)

اس خواب میں لفظ 'کلام کہاں سے آگئی' قابل غور جملہ ہے۔لفظ کلام اردو زبان میں مذکر بولا جاتا ہے جیسے اس نے کلام لکھا، میں نے کلام سنایا، باجی نے کلام پڑھا وغیرہ وغیرہ۔معلوم ہوا کہ لفظ کلام مذکر ہے مگر آپ غور کیجئے مذکورہ بالا خواب میں یہ لفظ کلام مذکر سے مونث ہو گیا۔ذرا غور کیجئے کہ جن کی اردو کا یہ عالم ہے کہ مذکر کو مونث بنا دیا اور پھر دعویٰ یہ کہ ان سے حضور نے اردو زبان سیکھ لی۔ ذرا سوچو! جو خود اُردو صحیح نہ جانیں وہ دوسروں کو کیا خاک اردو سکھائیں گے۔ یہاں میں آپ کو ایک دلچسپ بات یہ بتا تا چلوں کہ ان کے یہاں بڑے بڑے 'مذکر' مونث بنا دیئے جاتے ہیں جس کا اندازہ آپ حسب ذیل واقعات سے لگائیے۔

مفتی دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی ایک مرتبہ خواب بیان فرمانے لگے کہ مولوی محمد قاسم کو میں نے دیکھا کہ دلہن بنے ہوئے ہیں اور میرا نکاح ان کے ساتھ ہوا۔ (تذکرۃ الرشید، ص ۲۲۵)

رشید احمد گنگوہی ایک دوسرے خواب کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں، میں نے ایک خواب دیکھا کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب عروس (دُلہن) کی صورت میں ہیں میرا ان سے نکاح ہوا ہے۔سو جس طرح زن وشوہر میں ایک دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے۔ (تذکرۃ الرشید، ج ۲ ص ۲۸۹)

مذکورہ بالا دونوں خوابوں پر غور فرمائیے کہ مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی کو دو بار مونث بنایا گیا اور مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی نے دو بار انہیں عورت کے روپ میں دیکھا جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ قاسم نانوتوی پر کس قدر فریفتہ تھے یہ خواب نہیں بلکہ پختہ خیال تھا۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے جس کے دل میں دن بھر جس کا خیال بسا رہتا ہے وہی رات میں خواب کی شکل میں نظر آتا ہے۔

مذکورہ دونوں خوابوں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ دن بھر جو خیالات مولوی رشید احمد گنگوہی کے دل و دماغ میں بسے رہتے تھے وہی رات کو سوتے میں انہیں نظر آجاتے۔ اب اگر کوئی یہ کہے جناب یہ تو خواب ہیں اور خواب کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ مانا کہ خواب کی کوئی حقیقت نہیں خواب خواب ہے اگر کوئی ایسے گندے خواب دیکھے تو کیا یہ ضروری ہے کہ انہیں کتابوں میں لکھ کر شائع کیا جائے؟ کیا علماء دیوبند نے شرم و حیا کو سر بازار نیلام کر دیا ہے؟ اب آیئے مولوی قاسم نانوتوی کو خواب کی دنیا میں دلہن بنانے والے اور نکاح سے لطف اندوز ہونے والے دولہا مولوی رشید احمد گنگوہی خواب کی دنیا سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں کیا گل کھلا رہے ہیں۔ ذرا گنگوہی کی خانقاہ کا ایک منظر دیکھ لیجئے۔ اپنی ماں اور بہنوں سے انتہائی معذرت کے ساتھ یہ واقعہ قلمبند کر رہا ہوں تاکہ دیوبند کے بڑے بڑے علماء کی گندی تہذیب ہوش و حواس کی دنیا میں آپ کے سامنے آجائے۔

ایک مرتبہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا۔ حضرت گنگوہی (رشید احمد) اور حضرت نانوتوی (قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند) کے مرید و شاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت بھرے لہجہ میں فرمایا یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے۔ مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب سے چت لیٹ گئے۔ حضرت بھی اسی چار پائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا قاسم نانوتوی ہر چند فرماتے ہیں میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے حضرت رشید احمد گنگوہی نے فرمایا لوگ کہیں گے تو کہنے دو۔ (ارواح ثلاثہ، حکایت نمبر ۳۰۵)

مسلمانو! گنگوہ کی خانقاہ کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیجئے کہ جہاں دن کے اُجالے اور شاگردوں کی موجودگی میں علماء دیوبند کے دو بڑے 'مفتی دیوبند' اور 'بانی مدرسہ دیوبند' سرعام وہ شرمناک حرکتیں کر رہے ہیں کہ شیطان بھی دُور کھڑا ہوا یہ کہہ رہا ہوگا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ میں تم دونوں کا استاد ہوں یا تم میرے استاد ہو۔ مذکورہ عبارت کے ہر جملے پر غور کریں۔ کس بے شرمی کیساتھ مفتی دیوبند نے بھرے مجمع میں یہ کیا کہ 'یہاں لیٹ جاؤ' جس پر خواب کی دلہن مولوی قاسم نانوتوی شرما گئے اور جو مزہ خواب میں دونوں کو حاصل ہوا وہی مزہ حاصل کرنے کیلئے دونوں چارپائی پر لیٹ گئے اور اس پر مولوی قاسم نانوتوی نے یہ کہا میاں یہ آپ کیا کر رہے ہیں لوگ کیا کہیں گے جس پر مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی نے جواب دیا لوگ کہیں گے کہنے دو۔

بے شرمی اور بے حیائی میں ڈوبی ہوئی اس عبارت پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ عبارت علماء دیوبند کی بے غیرتی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ جس کے بڑوں کا جب یہ عالم ہے تو آج ان کے نام لیواؤں کا کیا عالم ہوگا۔ اللہ ہر مسلمان کو امان نصیب فرمائے۔ آمین

دیوبندی مولوی حسین بھچروی اپنا خواب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پل صراط سے گر رہے ہیں تو میں نے آپ کو بچالیا۔ (بلغۃ الحیران مبشرات، ص ۸)

مسلمانو! پل صراط وہ پرخطر اور نازک ترین راستہ ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور یہ راستہ جہنم کے اوپر بنایا گیا ہے۔ اس خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پل صراط سے جہنم میں گر رہے تھے کہ ان کو دیوبندی مولوی حسین بھچروی نے گرنے سے بچالیا۔ اگر حسین بھچروی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گرنے سے نہ بچاتے تو آپ سیدھے جہنم میں جاتے۔ (نعوذ باللہ)

ایک خواب اور سنئے اور فیصلہ اپنے ضمیر سے کیجئے۔ تذکرۃ الرشید میں ہے کہ ایک دن اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اُٹھ تو اس قابل نہیں کہ حاجی امداد کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔ اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ (تذکرۃ الرشید، ج ۱ ص ۳۶۔ شمائم امدادیہ تھانوی، ص ۲۶)

اس خواب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ علماء دیوبند کا مقام و مرتبہ اسقدر بلند ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی بھاوج بھی اس قابل نہ تھی کہ وہ علماء دیوبند کو کھانا پکا کر کھلائے ان کیلئے کھانا پکانے کیلئے تو صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نظر آئے۔ اس طرح انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علماء دیوبند کا باورچی بنادیا۔ (معاذ اللہ)

وہ مقدس رسول کہ جن کی عظمت کے ترانے قرآن مجید نے سنائے جن کا ذکر قرآن میں بلند کیا گیا۔ جو باعث تخلیق کائنات ہیں، دیوبندی علماء کی غیرت کا ایسا جنازہ نکلا کہ اس عظمت والے رسول کو اپنے گھر کا باورچی بنا دیا۔ جس کے دل میں عشق وایمان کی حرارت ہے وہ اس پر ضرور غور کرے۔ مسلمانوں کی ایمانی غیرتوں پر خنجر چلا دینے والا ایک شرمناک خواب اور سنئے۔ جو انہوں نے اپنی کتاب میں تحریر کیا۔ اشرف علی تھانوی کی ایک مریدہ خواب کی آڑ لے کر کہتی ہے۔

ایک جنگل ہے اور میں اس میں ہوں۔ ایک تخت ہے اونچا سا، اس پر زینہ ہے ایک میں اور دو تین آدمی ہیں ہم سب کھڑے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتظار میں۔ اتنے میں ایسا معلوم ہوا کہ جیسے بجلی چمکی۔ تھوڑی دیر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور زینے پر چڑھ کر میرے سے بغل گیر ہوئے اور مجھے زور سے کھینچ دیا۔ جس سے سارا تخت ہل گیا۔ حضور بولے تجھ کو پل صراط پر چلنے کی عادت ڈالتا ہوں۔ صورت، شکل بالکل تھانوی جیسی ہے۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ (کتاب اصدق الرؤیا، ج ۲ ص ۲۳)

مسلمان بھائیو اور میری محترم بہنو! میں یہ شرمناک خواب تحریر کرتے ہوئے سب سے پہلے آپ سے انتہائی معذرت خواہ ہوں ان خوابوں کو آپ کے علم میں لانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ چودھویں صدی میں جن مولویوں نے اسلام کی ٹھیکیداری اور اشاعت کا ذمہ اپنے کندھوں پر بظاہر لیا ہوا ہے ان کے اصل چہرے آپ کے سامنے بے نقاب ہو جائیں۔ مذکورہ خواب پر آپ غور کیجئے کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی مریدہ ہے دو تین افراد ساتھ ہیں اور حضور کا انتظار ہو رہا ہے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ ان کا یہ عقیدہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں لیکن مریدنی کو کیسے اس بات کا علم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنے والے ہیں؟ اسے یہ غیب کی خبر کہاں سے ملی؟ ذرا سوچئے! اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے بھی آئے تو آنے کے بعد ان تینوں آدمیوں کو سلام کیا اور نہ کوئی کلام بس آتے ہی جلدی سے تخت پر ان آدمیوں کی موجودگی میں چڑھے اور ایک غیر عورت سے بغل گیر ہو گئے۔ (نعوذ باللہ) اور بغل گیر بھی ایسے ہوئے کہ سارا تخت ہلنے لگا۔ (نعوذ باللہ) میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ چند لوگوں کی موجودگی میں اگر کوئی نیک برگزیدہ بندہ آئے اور وہاں ایک عقیدت مند عورت بھی کھڑی ہو اور وہ آتے ہی مردوں سے سلام و کلام نہ کرے بس عورت کو بغل سے لگا کر دبانے لگے اتنا دبائے کہ تخت بھی ہلنے لگے تو اس کا اثر ان مردوں پر کیا ہوگا۔ کیا وہ لوگ اس بزرگ کو نیک پارسا سمجھیں گے' ہرگز نہیں۔ اور پھر اسی واقعہ کو کتابوں میں شائع کر کے خوب تشہیر کی جائے تو کیا پڑھنے والے لوگ ان بزرگ کو اچھا سمجھیں گے' ہرگز نہیں۔ ان کی تعظیم کریں' ہرگز نہیں۔ ہر مومن کا یہ ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خواب میں تشریف آوری در حقیقت آپ کی ہی تشریف آوری ہے، آپ کی جگہ کوئی دوسرا خواب میں ہرگز نہیں آسکتا۔ اللہ کے وہ مقدس رسول کہ جو ہمیشہ شرم و حیاء کا درس دیتے آئے۔ جنہوں نے کبھی کسی غیر عورت سے مصافحہ تک نہیں کیا اس مقدس ہستی کے بارے میں ایسا خواب بیان کرنا کہ اشرف علی تھانوی کی مریدنی کو بغل گیر کیا اور خوب دبایا کہ تخت ہلنے لگا۔ بتایئے کہ یہ من گھڑت خواب ہے یا نہیں اور اس خواب سے حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین ہوئی یا نہیں۔ یہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے' کسی سے فیصلہ کرانے کی ضرورت نہیں۔

اب تھانوی صاحب کے ایک مرید کا خواب سنئے ۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے بڑھاپے میں ایک کم سن شاگردنی سے نکاح کیا۔ یہ نکاح کیسے ہوا ایک کم عمر لڑکی اشرف علی تھانوی کے نکاح میں کیسے آئی۔ اس حقیقت کو جاننے کیلئے حسب ذیل خواب سنئے ۔

نکاح سے پہلے کسی مرید نے خواب دیکھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی کے گھر حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنے والی ہیں۔ جس کی تعبیر مولوی اشرف علی تھانوی نے یہ کی کہ کوئی کم سن عورت میرے ہاتھ آئے گی کیونکہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح مبارک جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوا تو آپ کی عمر مبارک سات سال تھی' وہی نسبت یہاں ہے کہ میں بوڑھا ہوں اور بیوی لڑکی ہے۔ (رسالہ الامداد / ماہ صفر ۱۳۳۵ھ)

ایک خواب اور سنئے ۔ دیوبندی مولوی عبدالماجد دریا آبادی اپنی اہلیہ کا خواب بیان کرتے ہیں کہ پرسوں شب گھر میں ایک عجیب خواب دیکھا کہ جناب (تھانوی صاحب) کی چھوٹی بیوی صاحبہ ہیں اتنے میں کسی نے کہا یہ تو عائشہ صدیقہ ہیں۔ اب بڑے غور سے ان کی طرف دیکھ رہی ہیں کہ صورت وشکل وضع ولباس چھوٹی بیوی صاحبہ کا ہے۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ کیسے ہوئیں۔

(کتاب حکیم الامت از عبدالماجد دریا آبادی، ص ۵۵۹)

مسلمانو! مذکورہ بالا دونوں خوابوں کا جائزہ اپنے ضمیر اور ایمان کی عدالت سے لیجئے ۔ ان خوابوں میں یہ واضح کرنا کہ اشرفعلی کے گھر اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنے والی ہیں اور پھر اس خواب سے یہ تعبیر ثابت کرنا کہ جس طرح حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں کم عمر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں' بالکل اسی طرح کوئی کم عمر لڑکی اشرف علی کے نکاح میں بھی آنے والی ہے۔ بتایئے یہ گستاخی ہے یا نہیں؟ جبکہ دوسرے خواب میں تو یہ واضح کر دیا کہ اشرفعلی کی چھوٹی دُلہن صاحبہ شکل وصورت اور وضع لباس میں بالکل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح کیسے ہوگئیں۔ فیصلہ کیجئے کہ اُم المومنین جو حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوب ترین زوجہ اور تمام مسلمانوں کی ماں ہیں جن کا وہ مقام ومرتبہ ہے کہ دنیا بھر کی مائیں ان کے قدم پاک پر قربان۔ کوئی مسلمان ایسا بے غیرت نہیں ہو سکتا کہ ام المومنین 'مومنین کی ماں' خواب میں گھر تشریف لائیں پھر وہ ماں کو نکاح میں لینے سے تعبیر کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ علماء دیوبند نے ان من گھڑت خوابوں کو کتابوں میں لکھ کر ناموس رسالت کو مجروح کرنے اور اپنی نام نہاد عظمت کا سکہ سیدھے سادھے مسلمانوں کے دلوں پر بٹھانے کی کوشش کی ہے مگر علماء دیوبندی کے دیوالیہ ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ انہوں نے ان من گھڑت خود ساختہ خوابوں کو کتابوں میں لکھ کر قوم وملت کے باشعور اور سنجیدہ طبقہ کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ یہ خواب نہیں بلکہ بارگاہِ رسالت میں شدید توہین بدترین گستاخیاں ہیں۔

مسلمانو! ہندوستان کے شہر سہارنپور میں مدرسہ دیوبند کی بنیاد ۱۸۶۶ء میں رکھی گئی۔ اس مدرسہ میں جنم لینے والے علماء نے جس دین کو فروغ دیا اور پوری دنیا میں عام کیا اس کا اندازہ آپ ان کے خوابوں سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ خواب کی آڑ لے کر ناموس رسالت پر گستاخانہ حملے کیے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں توہین کی گئی تو یہ ہرگز غلط نہ ہوگا۔ اگر علماء دیوبند کا مقصد توہین نہیں تو پھر ان گستاخانہ خوابوں کو کتاب میں شائع کرنے کا مطلب کیا ہے؟ اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ ان خوابوں کے ذریعے علماء دیوبند کے مقام و مرتبہ کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا جائے اور عظمتِ رسول کو داغدار کر کے دکھایا جائے۔ (نعوذ باللہ) ناموس رسالت کو داغدار کرنے کا علماء دیوبند کا یہ منصوبہ محض خواب تک ہی محدود نہیں بلکہ انہوں نے جیتی جاگتی دنیا میں بھی حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی شرمناک گستاخیاں کیں جسے کوئی بھی صاحبِ ایمان برداشت نہیں کر سکتا۔ آیئے خواب کی دنیا سے نکل کر اب ذرا حقیقی دنیا میں چلتے ہیں اور علماء دیوبند کے عقیدہ و نظریئے کا جائزہ لیتے ہیں۔

آج سے تقریباً دو سو برس کے لگ بھگ نجد (سعودی عرب) میں محمد ابن عبد الوہاب نجدی پیدا ہوا جو انتہائی بے ادب اور گستاخِ رسول تھا۔ اس بدمذہب نے عربی زبان میں 'کتاب التوحید' نامی ایک گستاخانہ کتاب لکھی جس میں آقائے نامدار، محبوبِ پروردگار، حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں بے شمار گستاخیاں کی گئیں۔ اس گستاخانہ کتاب کا اُردو ترجمہ ہندوستان میں وہابی مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کیا اور اردو کتاب کا نام 'تقویۃ الایمان' رکھا اس طرح وہابی عقائد کی بنیاد ہندوستان میں ضلع سہارنپور دیوبند میں رکھ دی گئی۔ تقویۃ الایمان وہابی عقائد کی عربی کتاب 'کتاب التوحید' کا اُردو ترجمہ ہے جس میں وہابی عقائد کی اشاعت کی گئی ہے اور اس کی تشہیر اور اشاعت کی ذمہ داری دیوبند والوں نے قبول کی ہے۔ آج تمام دیوبندی علماء اس کتاب کو اپنی مستند کتاب تسلیم کرتے ہیں اور جو کچھ بھی اس میں لکھا ہے اسے حق مانتے ہیں۔

مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ ہے کہ تقویۃ ایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب ہے اور موجب قوۃ و اصلاح ایمان کی ہے اور قرآن وحدیث کا مطلب پورا اس میں ہے۔ اس کا مولف ایک مقبول بندہ تھا۔ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ ا ص ۴۳)

مفتی دیوبند ایک اور جگہ تحریر کرتے ہیں، استدلال اس کتاب کے کتاب اللہ اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا اور پڑھنا عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے۔ اس کے رکھنے کو جو برا کہتا ہے وہ فاسق اور بدعتی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، حصہ ا ص ۱۱۵)

مفتی دیوبند کے مذکورہ دونوں اقوال سے یہ واضح ہوا کہ اس کتاب کو پڑھنا، گھر میں رکھنا، اس پر عمل کرنا' عین اسلام ہے اور اس کا مولف یعنی اسماعیل دہلوی اللہ کا مقبول بندہ تھا۔ اس کتاب کی چند عبارات آپ بھی پڑھ لیجئے تاکہ آپ کو یہ اندازہ ہو جائے کہ علماء دیوبند کے عظیم رہنما نے اپنی اس کتاب میں رسول محترم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کس دیدہ دلیری اور بے باکی کے ساتھ گستاخی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی خلافت سے سرفراز کرنا چاہا تو تمام اشیاء کے ناموں اور ان کی حکمتوں کا علم الہام کے ذریعہ ایک لمحہ میں عطا کر دیا اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم سے حضرت آدم علیہ السلام چند لمحوں میں تمام علوم و معارف کے جامع کمالات بن گئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وعلم آدم الاسماء کلها [1]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتا دیئے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کتنے علوم عطا فرمائے اور کن کن علوم و معارف کا عالم بنایا' اس کی تفصیل حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ سے سنیئے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام' تمام زبانوں میں سکھا دیئے اور ان کو تمام ملائکہ کے نام اور تمام اولادِ آدم کے نام اور تمام حیوانات و نباتات و جمادات کے نام اور ہر ہر چیز کی صنعتوں کے نام اور تمام شہروں اور تمام نبیوں کے نام اور تمام پرندوں اور درختوں کے نام اور جو آئندہ عالمِ وجود میں آنے والے ہیں سب کے نام اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام جانداروں کے نام اور تمام کھانے پینے کی چیزوں کے نام اور جنت کی تمام نعمتوں کے نام اور تمام چیزوں اور سامانوں کے نام' یہاں تک کہ پیالہ اور پیالی کے نام اور حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (حضرت آدم علیہ السلام) کو سات لاکھ زبانیں سکھائی ہیں۔ [2]

خداوند قدوس کی شان اور عظمت کا کیا کہنا کہ جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو چند لمحوں میں زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب کا علم عطا فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے علمی کمالات اور بلند مراتب کے اظہار اور فرشتوں پر آپ کی عظمت کا سکہ بٹھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے حکمِ الٰہی پر لبیک کہتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس جن کو جو اللہ تعالیٰ کا بہت مقرب اور محبوب تھا جس کا نام آسمانوں پر عابد، زاہد، عارف، ولی، تقی، خازن اور عزازیل تھا' حکم دیا کہ اے جن! حضرت آدم کو سجدہ کر۔ جن بولا۔ اے پروردگار! سجدۂ تعظیمی کیلئے قانون یہ ہے کہ مسجود (جسے سجدہ کیا جائے) افضل ہو اور ساجد (جو سجدہ کرے) ادنیٰ ہو مگر تو جانتا ہے کہ میں آدم سے افضل ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے اور آدم کو خاک سے پیدا فرمایا۔ ظاہر ہے کہ آگ خاک سے افضل ہے۔ آگ نورانی ہے جبکہ خاک ظلماتی ہے۔ میں اس سے افضل ہوں لہٰذا میں آدم کو سجدہ نہیں کرتا۔

---

[1] (سورۂ بقرہ۔ رکوع:۴)   [2] (روح البیان، ج ا ص ۱۰۰ از امام اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

بغضِ رسول میں ڈوبی ہوئی پہلی ایمان سوز تحریر صفحہ ۲۸ پر دیکھئے جس میں دیوبندی مولوی لکھتے ہیں، اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص ۲۸ مولوی اسمٰعیل دہلوی دیوبند)

اسی کتاب کی ایک اور دل سوز عبارت پڑھئے، اور یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص ۱۲)

محترم مسلمان بھائیو! جیسا کہ شروع میں بیان کیا جاچکا ہے کہ قرآن مجید ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعے سے ملا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت قرآن سے بہتر اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ قبل اس کے کہ تقویۃ الایمان کی دی گئی ان عبارات پر کچھ لب کشائی کی جائے کیوں نہ یہ مقدمہ بارگاہِ خداوندی میں پیش کردیا جائے تاکہ قرآن سے اس کا صحیح فیصلہ ہوجائے۔ چنانچہ ہم بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں، اے پروردگار ہم تیرے نادان اور ناسمجھ بندے ہیں ہم نے دنیوی تعلیم میں بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرلیں آج ہم میں کوئی ڈاکٹر ہے تو کوئی انجینئر کوئی وکیل ہے تو کوئی جج، کوئی صنعت کار ہے تو کوئی زمیندار، ہم نے دنیا کے بڑے بڑے عہدے بھی حاصل کرلئے لیکن اے ہمارے ربّ ہم دین کے معاملے میں بہت پیچھے چلے گئے۔ دنیا کا علم تو ہمیں سب آتا ہے مگر افسوس علم دین سے ہم نا آشنا ہیں۔ اے مولا ہمارا یہ ایمان ہے کہ تو ساری کائنات کا مالک ہے تو نے بہت بڑی کائنات بنائی ہے جس میں بے شمار مخلوق پیدا کی جن میں کچھ مخلوق چھوٹی ہیں کچھ بڑی۔ انسان کو تو نے اشرف المخلوقات کا تاج بھی پہنایا ہے اور تمام مخلوق میں اشرف کردیا۔ اے پروردگار تیری بڑی بڑی مخلوق میں جہاں اولیاء کرام ہیں وہاں شہداء بھی ہیں تیری بڑی مخلوق میں جہاں ملائکہ ہیں وہاں انبیاء بھی ہیں اور باعث تخلیق کائنات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تو تیری ہی مخلوق ہیں۔

اے مالک بحر و بر دیوبندی مولوی نے تقویۃ الایمان نامی کتاب میں جہاں تیرے اولیاء اور انبیاء کو ذرۂ ناچیز سے کمتر ظاہر کیا ہے وہاں اسی کتاب میں تیری بڑی سے بڑی مخلوق جس میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی شامل ہیں چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہا ہے۔ اے میرے مولا تو بہتر جاننے والا ہے ہم تیری بارگاہ میں ڈرتے ڈرتے یہ عرض کرتے ہیں کیا تیری یہ مقدس ہستیاں ذرہ ناچیز سے کمتر اور چمار سے زیادہ ذلیل ہیں؟ اے مالک ان عبارات کو لکھتے ہوئے دل کانپ رہا ہے تو ہمیں معاف فرما کر بہتر فیصلہ فرمادے۔

میرے محترم بھائیو! جب ہم نے یہ مقدمہ بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا تو غیرتِ خداوندی کو جوش آیا اور ہماری توجہ اللہ تعالیٰ کے سچے کلام قرآن مجید کی جانب مبذول کرا کے ایسا دوٹوک فیصلہ صادر فرمادیا جس نے حق و باطل کی پہچان کرادی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

والله العزة ولرسوله وللمومنين ولكن المنفقين لا يعلمون (سورة المنفقون:٨)

ترجمہ: اور عزت اللہ کیلئے ہے اور رسول کیلئے ہے اور مومنین کیلئے ہے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

مسلمانو! قرآنی آیت پر ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں عزت و عظمت اپنی ذات سے منسوب کی وہاں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی، عزت و عظمت کا تاج پہنایا بلکہ اپنے نیک مومن بندوں کو بھی یہ شرف عطا کیا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ان اكرامكم عند الله اتقكم (سورۂ حجرات:١٣)

ترجمہ: بے شک اللہ کے یہاں تم میں عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے بھی معلوم ہوا کہ نیک اور پرہیزگار لوگ اللہ کی بارگاہ میں عزت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تو کہنا ہی کیا جو تمام عزتوں، عظمتوں کا منبع ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

انا اعطينك الكوثر (سورۂ کوثر:١)

ترجمہ: اے محبوب ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

میرے محترم بھائیو! اس آیتِ مبارکہ میں 'کوثر' کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوثر کیا عطا کردی گویا عزت و کرامت اور افضل و کرم کا خزانہ عطا کردیا۔ آپ کو فضائل کثیرہ کا منبع بنادیا۔ تمام مخلوق پر افضل کرکے عزت بخشی، حُسن دے کر عزت بخشی، حسن باطن دے کر عظمت، اعلیٰ نسب دے کر شوکت بخشی، نبوت کا تاج پہنا کر عزت بخشی، قرآن عطا کرکے عزت بخشی، حکمت دے کر دانائی بخشی، علم و معرفت دے کر عزت بخشی، شفاعت کا سہرا باندھ کر عزت بخشی، معراج عطا کرکے عزت بخشی، اپنا دیدار عطا کرکے عزت بخشی، حوض کوثر دے کر عزت بخشی، مقام محمود عطا کرکے عزت بخشی، کثرتِ اُمت دے کر عزت بخشی، دشمنوں پر غلبہ عطا کرکے عزت بخشی۔ **میرے محترم بھائیو!** وہ کون سی فضیلت ہے، وہ کون سی عزت ہے جو انا اعطينك الكوثر میں عطا نہ کی گئی ہو۔ بلاشبہ اتنے بڑے فضل و کرم کا کنارہ کسی کے ہاتھ نہیں آسکتا۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ، شان و عظمت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

تمام اولیاء کرام، شہداء کرام، ملائکہ اور انبیاء بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی عظیم مخلوق میں شمار ہوتے ہیں جبکہ ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوق کی جان ہیں، ایمان ہیں، بلکہ ایمان کی روح ہیں۔ یہ تمام مقدس ہستیاں دیوبندی اور وہابی عالموں کی نظر میں ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ یعنی ان کی نظر میں ذرہ ناچیز کی تو کچھ نہ کچھ حیثیت ہوسکتی ہے مگر یہ مقدس ہستیاں ذرہ ناچیز

سے بھی گئے گزرے ہیں (نعوذ باللہ)۔ اسی طرح دوسری عبارت میں بڑی سے بڑی مخلوق کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل لکھا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ چمار کا تو کچھ مقام و مرتبہ بارگاہِ خداوندی میں ہوسکتا ہے مگر مومنین، اولیاء، انبیاء، ملائکہ اور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو بڑی سے بڑی مخلوق کے درجے پر ہیں' کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں ہوسکتا (نعوذ باللہ)۔ ان عبارات کی روشنی میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کا مشترکہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قوم چمار جو ابوجہل، ابولہب، فرعون اور شداد سے زیادہ گمراہ اور نجاست پسند تھی تمام انبیاء، شہداء اور اولیاء و ملائکہ سے افضل ہے اور یہ تمام برگزیدہ ہستیاں اس قوم چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ رب العالمین)

محترم مسلمانو! میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کیا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں؟ جب مخلوق ہیں تو یہ عبارات لکھتے ہوئے انہیں حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناموس کا خیال کیوں نہ آیا کہ بات کہاں تک پہنچ رہی ہے کیا کوئی مسلمان اپنے روحانی پیشوا رہبر و رہنما حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی ناچیز ذرہ سے کمتر سمجھ سکتا ہے؟ کوئی دنیا میں ایسا مسلمان ہے جو کلمہ تو نبی کا پڑھتا ہو لیکن انہیں چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہتا ہو۔ کیا اس طرح عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہوسکتا ہے؟

مسلمانو! یہی وہ گستاخانہ عبارت ہے جسے پڑھ کر ایک دیوبندی مولوی عامر عثمانی ایڈیٹر 'تجلی' بھی تلملا اُٹھا اور حق زبان پر لائے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ لکھتا ہے کہ شاہ اسماعیل نے لکھا کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ اولیاء اور صحابہ تو ایک طرف رہے تمام انبیاء و رسل اور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اللہ کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ کیا خطرناک انداز بیان ہے کتنے لرزے دینے والے الفاظ ہیں۔

(تجلی ار فروری و مارچ ۱۹۵۷ء۔ ایڈیٹر مولوی عامر عثمانی دیوبندی)

مذکورہ گستاخانہ عبارت کا اندازہ لگائیے کہ جسے پڑھ کر خود دیوبندی مولوی بھی لرز رہا ہے اور یہ کہنے پر مجبور ہو رہا ہے کہ کیا خطرناک انداز بیان ہے۔ کتنے لرزا دینے والے الفاظ ہیں۔ مگر آج کے علماء دیوبند کی اسماعیل دہلوی سے عقیدت و محبت کا یہ عالم ہے کہ وہ ان گستاخانہ اور کفریہ عبارات کی تائید و حمایت میں کتابوں کے صفحات سیاہ کرتے چلے جارہے ہیں اور اسماعیل دہلوی کی محبت میں دیوانہ وار قلم چلائے جارہے ہیں۔

خواب کی دلہن (جن کا ذکر آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں یعنی مولوی قاسم نانوتوی جو مدرسہ دیوبند کے بانی ہیں) پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ (تحذیر الناس، ص ۲، ۳، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

اس عبارت میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ بانی مدرسہ دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی نہیں۔

قاسم نانوتوی دوسری جگہ تحریر کرتا ہے۔ بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس، ص ۲۴ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بانی مدرسہ دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بالفرض کوئی نبی پیدا ہوجائے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت محمد میں کچھ فرق نہ آئے گا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا کم عقلوں کا خیال ہے۔

ان عبارات سے واضح ہوا کہ بانی مدرسہ دیوبند ختم نبوت کے منکر تھے اور ختم نبوت کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

مفتی دیوبند رشید احمد گنگوہی' رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۹۶)

اس عبارت میں یہ واضح کیا گیا کہ رحمۃ اللعالمین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے مخصوص نہیں بلکہ دوسرے بھی رحمۃ اللعالمین ہوسکتے ہیں۔ نعوذ باللہ

مسلمانو! ان حقائق کو جان لینے کے بعد اب آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ کیا ایسے لوگ دین کے داعی ہوسکتے ہیں؟ کیا یہ لوگ ہماری مساجد اور مدارس کے امام وخطیب اور مدرس ہوسکتے ہیں؟

'یہ وہ سوالات ہیں جو آپ کو دعوتِ فکر دے رہے ہیں'

اگر آپ کا تعلق ان ہی عقائد کے لوگوں سے ہے تو خدارا اپنے ایمان کی فکر کیجئے وہ آقائے نامدار جناب رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی بارگاہ کا ادب قرآن سکھائے۔ جن کی بے ادبی اور گستاخی کو قرآن نے کفر قرار دیا ہو۔ وہ رفعتوں کے تاجدار سیّد ابرار جن کے دربار کے خادم سیّدنا روح الامین حضرت جبرائیل امین ہوں۔ جن کی بارگاہ میں تمام صحابہ کرام غلامی ووفاداری کے پیکر نظر آئیں۔ ایسے پاکیزہ نبی کی شان میں ایسے کمتر الفاظ استعمال کرکے دیوبندی علماء نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عناد اور بغض کا برملا اظہار کردیا ہے اور ثابت کردیا ہے کہ یہ گروہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گستاخ اور بے ادب ہے۔

میرے محترم بھائیو! دیوبندی، وہابی فرقہ پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ فاتحہ، نذر نیاز، سلام وقیام کو نہیں مانتے۔ یہ جرم اپنی جگہ بجا ہے لیکن اصل جرم یہ نہیں بلکہ وہ اس بات کے مجرم اور پاپی ہیں کہ انہوں نے رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین وگستاخی کی اور آج تک یہ اپنی اسی توہین اور گستاخی پر قائم ہیں۔

امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس پر مطلع ہو کر اس کے کفر اور عذاب کا مستحق ہونے میں شک کرے وہ بھی یقیناً کافر ہے۔ (شفا شریف)

میرے محترم بھائیو! ذرا بتایئے! اگر کوئی آپ کے باپ کو گالی دے تو کیا وہ آپ کا دوست ہو سکتا ہے؟ آپ کے خاندانی بزرگوں کو برا کہنے والا کیا آپ کے ساتھ رہ سکتا ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر اس کا بھی اٹل فیصلہ کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بے ادب و گستاخ بھی آپ کی دوستی کا حق دار نہیں ہو سکتا۔ ایک دل میں دو متضاد محبتیں ہرگز نہیں رہ سکتیں۔ یا تو اس دل میں رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و الفت بسا لو یا پھر بے ادب و گستاخِ رسول کو دل میں بٹھا لو۔ مگر یاد رکھو! ایک دن آپ کو مرنا ہے، یہ دنیا چند روزہ ہے، دو دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات ہے۔ قبر کی تاریک کوٹھری سے میدانِ حشر کی نفسا نفسی تک کوئی آپ کے کام نہ آئے۔ نہ ماں نہ باپ، نہ دوست نہ احباب، نہ کوئی مولوی نہ کوئی امیر جماعت، نہ کوئی استاد جی اور نہ ہی کوئی قاضی جی۔ سوائے شافع روزِ شمار، نبوت کے آفتاب، رسالت کے ماہتاب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔

جن لوگوں کو اپنی نیکیوں اور ملک گیر تبلیغی گشتوں پر فخر ہے اور جو بارگاہِ رسالت کے ادب کو اہمیت نہیں دیتے اور وہ جن کے دل علماء دیوبند کیلئے جھکے جاتے ہیں اور وہ جوان کو مفکر اسلام، شیخ الاسلام، شیخ الہند، حکیم الامت، شمس العلماء کے القابات سے نواز کر ان کا احترام کرتے ہیں وہ اس بات پر غور کریں کہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کسی صحابی کا اونچا بولنا حالانکہ وہاں بے ادبی کا تصور بھی نہ تھا اعمال کے برباد ہونے کا واضح اشارہ بن سکتا ہے تو جن کا مشغلہ ہی شب و روز شانِ رسالت میں بے ادبی کرنا ہے ان کا کیا حشر ہوگا۔ ایسا گستاخ خواہ مفتی ہو یا علامہ، شیخ الہند ہو یا شیخ الاسلام، حکیم الامت ہو یا مفکر اسلام، مفسر قرآن ہو یا شیخ الحدیث اس کی یہ تمام سندیں اور ظاہری رُتبے کفر کا طوق بنا کر گلے میں ڈال دیئے جائیں گے اور اوندھے منہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جھونک دیئے جائیں گے۔ اس حقیقت کو حسبِ ذیل مثال سے سمجھئے۔

ایک ستر سالہ بوڑھے شخص نے شادی کے پچاس سال بعد اپنی بوڑھی بیوی کو کسی معمولی ناراضگی پر غصے میں یہ کہہ دیا کہ میں تجھے تین طلاقیں دیتا ہوں جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو بڑا فکر مند ہوا اور کہنے لگا کہ کوئی غصہ میں طلاق تھوڑی ہوتی ہے۔ لہٰذا میرے اس طرح کہنے سے طلاق نہیں ہوئی، جب یہ معاملہ علماء دین کی خدمت میں پہنچا تو ہر عالم نے ایک ہی جواب دیا کہ طلاق ہو چکی ہے۔ یہ سن کر بوڑھا شخص غصے میں آ گیا اور عالم دین کو کوسنے لگا کہ یہ مولوی بھی عجیب لوگ ہیں وہ نہیں دیکھتے کہ میں نے پچاس سال تک اپنی بیوی کی خدمت کی ہے ہر طرح کا عیش اس مہیا کرتا رہا خود بھوکا رہا مگر اس کو پیٹ بھر کر کھلاتا تھا۔ خود پھٹے پرانے کپڑے پہنتا مگر اس کو زرق برق لباس پہناتا۔ عمر بھر اس کے ساتھ وفاداری کرتا رہا اب ایک اتنے سے جملہ پر کہ میں نے تجھے تین طلاق دی، طلاق کیسے ہو سکتی ہے؟ ان مولویوں کو میرے پچاس سالہ محبت اور خدمت کا کچھ خیال کرنا چاہئے تھا۔ سارے علماء ایک ہی منہ ہو گئے سب کا ایک ہی جواب کہ تمہارا ماضی نہیں دیکھا جائے گا بلکہ تمہارے اس جملے کو دیکھا جائے گا جس سے طلاق واقع ہوئی ہے۔

محترم مسلمانو! بالکل اسی جاہل اور گنوار بوڑھے کی طرح بعض لوگ شانِ رسالت میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے علماء دیوبند کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ جناب حکیم الامت صاحب نے بہشتی زیور لکھ کر اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ مفکر اسلام مودودی صاحب نے تفہیم القرآن لکھ کر اُمت پر احسان کیا ہے۔فلاں مفتی دیوبند نے سیرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ڈھیروں کتابیں لکھی ہیں۔فلاں نے فضائل درود بھی تحریر کیے ہیں' ساری عمر تبلیغ دین میں صَرف کرتے رہے ہیں' دین کی خدمت کرتے رہے ہیں، بڑی بڑی مساجد اور بڑے بڑے دار العلوم چلا رہے ہیں کیا ہوا جو چند جملے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین میں کہہ دیئے' ان کی خدمات بھی تو دیکھئے۔ علماء دیوبند کیلئے اپنی محبت وعقیدت کا دم بھرنے والے ان عقیدت مند لوگوں کیلئے ہمارا جواب یہ ہے کہ جس قانونِ شریعت کے تحت ایک جملہ سے بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے اور بیوی ہمیشہ کیلئے اس کی زوجیت سے خارج ہو جاتی ہے۔اسی قانون شریعت کے تحت پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی و بے ادبی کا ایک لفظ کہنے اور لکھنے سے تمام اعمال سلب ہو جاتے ہیں۔نیکیاں حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہیں۔کفر کا لعنتی طوق اس کی گردن میں ڈال دیا جاتا ہے۔اس کی نمازیں اور دیگر عبادات ضائع کردی جاتی ہیں۔اب اس کے ماضی کو نہیں بلکہ اس کے اس جملہ کو دیکھا جائے گا جو گستاخی اور بے ادبی کا سبب بنا اور جب تک وہ اپنی اس گستاخی پر اعلانیہ توبہ نہ کرے مرتد رہے گا۔

کوئی شخص کسی کی تعریف کیلئے ننانوے جملے تعریف کے بیان کرتا ہے کہ تم بہت سخی ہو' تم نہایت نیک' صالح' عبادت گزار' شفیق' رحم دل' مخلص' بہادر' جری ہو مگر آخری میں یہ کہتا ہے کہ تم گدھے بھی ہو۔ایمان داری سے بتایئے یہ آخری جملہ ننانوے تعریف والے جملے سے بھاری ہے یا نہیں؟ یقیناً ہے۔اس ایک جملے نے اس کی تمام تعریف وتعظیم پر پانی پھیر کر رکھ دیا۔یاد رکھئے! بڑے سے بڑے گناہگار کی بھی نجات کی اُمید کی جاسکتی ہے لیکن شانِ رسالت میں معمولی سی گستاخی ناقابل معافی جرم ہے۔

مسلمانو! آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ ابلیس جو نوری فرشتوں کا استاد تھا' حضرت آدم علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے کے جرم میں مردود وملعون ہوا۔حضرت نوح علیہ السلام کی قوم آپ کی شان میں گستاخی کرنے کے جرم میں نیست ونابود کردی گئی۔ دمشق کے بادشاہ کی بیوی نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی تو وہ زمین میں دھنسادی گئی۔بلعم بن باعورہ جو اپنے دور کا عبادت گزار، متقی، پرہیزگار اور اللہ کا مقبول ترین بندہ تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں توہین کرنے کی بنیاد پر تباہ وبرباد اور قہر الٰہی کا شکار ہوا۔ثمود نامی قوم نے جب حضرت صالح علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی تو عذاب الٰہی کے جھٹکوں کا شکار ہو کر فنا ہوگئی۔

مسلمانو! غور وفکر کے دامن کو اپنے ہاتھ سے ہرگز نہ چھوڑیئے اور فیصلہ کیجئے جب انبیاء کرام کی گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا یہ عالم ہے تو بتایئے ان بے ادبوں کا کیا بنے گا جو چند کتابیں پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے پیارے اور محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں جی بھر کر بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں اور اس گستاخی کو عین توحید سمجھتے ہیں۔

ان تمام حقائق کو جان لینے کے بعد اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ ایمان کی سلامتی ان سے دُور رہنے میں ہے یا ان سے منسلک ہو کر رشتہ اخوت اسلامی جوڑنے میں ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے سے انکار کیا تو وہ کافر قرار پایا اب جو غلام احمد قادیانی کو کافر نہ کہے وہ بد بخت خود کافر و مرتد ہے اور جو حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذرہ ناچیز سے کمتر اور تمام مخلوق کو چمار سے زیادہ ذلیل کہے (معاذ اللہ) اور جو خواب کی آڑ لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پل صراط سے گرنے والا کہے یا انہیں اپنا باورچی کہے، یا اپنا مقتدی کہے، یا اُردو زبان سیکھنے والا شاگرد کہے' اس کو آپ کیا کہیں گے؟ فیصلہ آپ خود کریں اپنی گفتگو کے اختتام پر حد درجہ مطمئن ہوں کہ میں نے آپ کو ایمان اور ضمیر کی عدالت میں حق و باطل کا راستہ ظاہر کر دیا ہے اب آپ کی مرضی ہے جس راستے کو چاہیں اختیار کریں۔ کسی مولوی کے پاس جانے کی اب آپ کو ضرورت نہیں۔ فیصلہ آپ نے کرنا ہے کسی مولوی نے نہیں۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو قبولِ حق کی صلاحیتوں سے مالا مال فرمائے اور دارین کی فیروز بختی سے ہمکنار فرمائے۔ جو لوگ علماء دیوبند کے مشن کو عام کرنے میں شب و روز مشغول ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عقل سلیم اور توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ کتاب لکھنے میں مجھ ناچیز سے اگر کوئی لفظی، معنوی غلطی ہوگئی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور اپنے محبوب کے طفیل معاف فرمائے۔ آمین

محمد نجم مصطفائی

۱۲-۴-۹۵

جن نے اپنے آپ کو بڑا اور عظمت والا سمجھا اور حکمِ الٰہی کا انکار کر کے نفرت اور تکبر کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پشت کر کے کھڑا ہوگیا۔ اسے سجدہ کی توفیق نہ ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تحقیر اور اپنی بڑائی کے اظہار کے جرم میں وہ مردود بارگاہِ خداوندی ہوا۔ اسے دونوں جہاں میں ملعون قرار دے دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نافرمان جن کو چوپائے کی شکل میں بدل کر خنزیر کی طرح کردیا۔ اس کا سر اونٹ جیسا، چہرہ بندر کی طرح، اس کے ہونٹ بیل کے ہونٹوں کی طرح، اس کی ڈاڑھی خنزیر کے دانتوں کی طرح کردی۔ اسے جنت سے باہر اور آسمان سے دُور کردیا اور اس ملعون و مردود کا نام قیامت تک ابلیس یعنی شیطان قرار دے دیا گیا۔ اس کو اور اس کی فرمانبرداری کرنے والوں کو جہنم میں عذاب کا مستحق قرار دیا۔

ابلیس کے اس دردناک انجام کا ذکر قرآن مجید میں سات جگہ آیا ہے جس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ شیطان ابتداء میں اللہ تعالیٰ کا ایک مقرب اور محبوب جن تھا۔ جو فرشتوں کو تبلیغ کرتا، جو فرشتوں کی طرح نیک، نہایت حسین و جمیل اور خوبصورت پروں والا تھا، جو عالم و فاضل اور آسمان دنیا پر مختلف ناموں سے مشہور تھا۔ مگر آپ نے اس کا عبرتناک انجام پڑھا کہ اس کے غرور اور تکبر اور اللہ کے نبی حضرت آدم علیہ السلام کی بے ادبی کرنے کے جرم میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مردود ہوگیا۔ اس کی عبادات و ریاضات اس کا عہدہ و منصب' سب کچھ برباد ہوگیا اور دونوں جہاں میں ملعون ہوکر جہنم کا حقدار بن گیا۔ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک کا پتلا کہہ کر ان کی توہین کی اور اپنے آپ کو آگ کا کہہ کر بڑائی کا اظہار کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا جس سے وہ ملعون اور کافر ہوا، ایک نبی کی شانِ اقدس میں توہین کر کے اس نے اپنے تمام اعمال، مناصب و مراتب، کمالات و اعزازات برباد کر لئے۔

اس واقعہ میں شیطان کو اس کے غرور و تکبر نے ایسا اندھا کردیا کہ اس نے یہ نہ دیکھا کہ اگر یہ قاعدہ دُرست مان بھی لیا جائے کہ آگ مٹی سے افضل ہے تو پھر فرشتوں نے سجدہ کیوں کیا۔ کیونکہ وہ تو آگ سے بھی افضل ہیں وہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ جب تمام نورانی مخلوق حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرسکتی ہے تو وہ فرشتوں سے تو افضل نہیں۔ جب وہ سجدہ میں چلے گئے تو اسے بھی سجدہ کر لینا چاہئے تھا۔ اس نے یہ بھی غلط کہا کہ آگ خاک سے افضل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خاک آگ سے افضل ہے۔

خاک میں بقاء ہے آگ میں فنا۔ یہی وجہ ہے کہ شہر اور بستیاں مٹی پر آباد ہوتی ہیں آگ پر نہیں۔

مٹی میں عجز و انکساری ہے جبکہ آگ میں بڑائی اور تکبر۔ اسی لئے کھیتی مٹی پر ہوتی ہے آگ پر نہیں۔

مٹی آگ پر غالب ہے اور آگ مغلوب۔ کیونکہ مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے جبکہ آگ مٹی کو فنا نہیں کرسکتی۔

مٹی میں قرار و سکون ہے جبکہ آگ میں تڑپ و بے قراری ہے۔ اسی لئے اللہ کے بندے مٹی میں دفن ہوتے ہیں آگ میں نہیں۔

مٹی آباد کرتی ہے جبکہ آگ برباد کرتی ہے۔ مٹی امانت دار ہے جبکہ آگ خائن کیونکہ جب دانہ مٹی میں دبایا جائے تو وہ اس کی حفاظت کرتی ہے بلکہ اس میں اضافہ کرتی ہے جبکہ آگ میں ڈالو تو فنا کردیتی ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کی تعظیم کرنا ایمان کی جان ہے بلکہ تمام اعمال کی محافظ تعظیم انبیاء ہے جبکہ کسی نبی کی توہین کرنا شیطانی عمل ہے۔ توہین انبیاء سے اعمال و ایمان برباد کردیے جاتے ہیں۔ فرشتوں کے پاس ایمان اور اعمال کے انبار تھے جبکہ ابلیس کے پاس بھی اعمال کے ڈھیر لگے ہوئے تھے مگر نبی کی تعظیم کرنے پر نوری فرشتوں کے ایمان اور اعمال سب محفوظ ہوگئے جبکہ شیطان نے تعظیم نہ کی لہٰذا نبی کی بے ادبی کی آگ نے اس کے ایمان و اعمال کے لہلہاتے چمن کو چشم زدن میں جلا کر راکھ کا ڈھیر کردیا۔ وہ نا سمجھ یہی سمجھتا رہا کہ آدم کی تخلیق خاک سے ہے اور اس کی آگ سے اور آگ خاک سے افضل ہے۔ اس نادان کو یہ سمجھ نہ آئی کہ آدم کے سر پر خلافت ارضی کا تاج ہے اور ان کا دل وہ آئینہ ہے جس میں آفتاب حقیقت کی کرنیں نور افشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی مقدس بارگاہ سے مردود کردیا اور فرمایا فاھبط منھا اُتر جا یہاں سے۔ اکڑی ہوئی گردن والوں کا یہاں کیا کام۔ چنانچہ حکم الٰہی سے سرتابی اور حضرت آدم علیہ السلام کی توہین کرنے کے سبب اسے ذلت و رسوائی کی پستیوں میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پھینک دیا گیا۔ آدم علیہ السلام کے بغض اور حسد نے ابلیس کو ایسا بے ادب کردیا کہ جاتے جاتے اللہ تعالیٰ سے کہنے لگا کہ جس قوم کو تو نے اتنی عزت و تکریم دی اور جس کو سجدہ نہ کرنے کے سبب تو نے مجھے اپنی بارگاہ سے نکالا اس کی نسل کو میں اپنے مکر و فریب کے جال میں ایسا جکڑوں گا کہ وہ تیرے نافرمان اور میرے وفادار بن جائیں گے۔ ان کو ہر سمت سے اپنے گھیرے میں لے لوں گا۔ غرض یہ کہ اپنی جانب سے انہیں نیکی کرنے کا کوئی موقع نہ دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اخرج منھا نکل جا یہاں سے۔

پیارے مسلمانو! اس طرح حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے درمیان نور و ظلمت، حق و باطل اور کفر و ایمان کا نہ ختم ہونے والا معرکہ شروع ہوگیا' جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ ظلماتی طاقتیں روزِ محشر تک شیطان کی اطاعت و فرمانبرداری کا حق ادا کرکے لاکھ کوشش کریں گی کہ کسی طرح صدائے حق کو دبایا جائے مگر حق و باطل کے اس معرکہ میں فتح و نصرت کا سہرا حق ہی کے سر پر باندھا جاتا رہے گا اور شکست و ذلت کا لعنتی طوق باطل اور شیطانی قوتوں کے گلے میں ہی ڈالا جاتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کیلئے مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل کو مبعوث فرمایا مگر یہ حقیقت ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی کی توہین و تنقیص کرکے شیطانی کردار ادا کیا تو ایسی قوم صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئی محبوبانِ خدا کی توہین ان کی ہلاکت و بربادی کا سبب بنی۔

ان مقدس ہستیوں کی ذرا سی بے ادبی شیطانی قوتوں کو فنا کے گھاٹ اُتار دیتی ہے اور قہر الٰہی کا ایسا شکار ہوتی ہیں کہ ان کا نام و نشان تک دنیائے ہستی سے مٹا دیا جاتا ہے۔ شیطان کی پیروی کرنے والی شیطانی قوتوں کو اگرچہ دنیا میں ڈھیل ضرور دی جاتی ہے لیکن پھر نابود کردی جاتی ہیں۔ نمونے کے طور پر چند ایمان افروز واقعات پڑھیے اور اپنے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کیجئے۔

قومِ نوح کی تباہی

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بہت ہی برگزیدہ نبی گزرے ہیں۔ آپ کی عمر بہت لمبی تھی۔ آپ تقریباً ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو دین حق کا پیغام سناتے رہے۔ مگر اس کے باوجود وہ غافل اور نافرمان قوم آپ کی نبوت پر ایمان نہ لائی بلکہ آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر شیطانی کردار ادا کرتی۔ کئی بار ایسا بھی ہوا اس ظالم قوم نے اللہ کے مقدس نبی کو اس قدر اذیت پہنچائی کہ آپ کو بے ہوش کر دیا اور آپ کو مردہ خیال کر کے کپڑے میں لپیٹ کر مکان میں ڈال دیا۔ مگر اس کے باوجود آپ مسلسل ان کے حق میں دعا فرماتے۔ اللہ کے غضب سے بچانے کیلئے آپ فرماتے۔ ان کیلئے دعائے خیر کرتے۔ آپ فرماتے اے میرے ربّ! تو میری قوم کو معاف فرما دے اور ان کو ہدایت عطا فرما۔ جب اس قوم کی نافرمانیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی اور حکم ارشاد فرمایا، اے نوح (علیہ السلام) اب تک جو لوگ مومن ہو چکے ہیں ان کے سوا دوسرے لوگ تم پر ایمان ہرگز نہیں لائینگے۔ لہٰذا آپ ایک کشتی تیار کریں۔ حکم الٰہی سنتے ہی کشتی تیار کرنے لگے جو اسّی گز لمبی پچاس گز چوڑی تھی۔ سو سال تک کی مسلسل جدوجہد کے بعد لکڑی کی یہ تاریخی کشتی تیار ہوئی۔ جب آپ کشتی بنانے میں مصروف تھے تو آپ کی نافرمان قوم آپ کا مذاق اُڑاتی۔ کوئی کہتا اے نوح! تم بڑھئی کب سے بن گئے۔ کوئی کہتا اے نوح! اس زمین پر کیا تم کشتی چلاؤ گے؟ کیا تمہاری عقل ماری گئی ہے؟ (نعوذ باللہ) غرض طرح طرح سے آپ کا مذاق اُڑایا جاتا۔ آپ ان کے جواب میں صرف یہی فرماتے کہ اے نافرمانو! آج تم میرا مذاق اُڑا رہے ہو جب خدا کا عذاب طوفان کی شکل میں آئے گا تو پھر تمہیں حقیقت کا پتا چلے گا۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ طوفان آنے کی یہ نشانی بتا دی کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی اُبلنا شروع ہوگا۔ چنانچہ پتھر کے اس تنور سے ایک دن صبح کے وقت پانی اُبلنا شروع ہو گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قہر و غضب کا آغاز ہوا آپ نے کشتی میں درندوں، چرندوں، پرندوں اور مختلف قسم کے حشرات الارض کا ایک ایک جوڑا نر مادہ سوار کرا دیا۔ آپ اور آپ کے تین بیٹے حام، سام، یافث اور ان تینوں کی بیویاں آپ کی مومنہ بیوی اور ۷۲ دیگر مومنین مرد و عورت اسی طرح کل ۸۰ انسان کشتی میں سوار ہو گئے۔ آپ کی ایک بیوی جس کا نام واعلہ تھا آپ پر ایمان نہیں لائی تھی۔ اسی طرح آپ کا ایک بیٹا جس کا نام کنعان تھا وہ بھی آپ پر ایمان نہیں لایا تھا یہ دونوں کشتی میں سوار نہیں ہوئے۔ زمین سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور سیاہ بادلوں نے زمین کو گھیر لیا اور مسلسل چالیس روز تک موسلا دھار بارش برستی رہی اس طرح آسمان سے برسنے والا بارش کا پانی اور زمین سے نکلنے والے پانی کے دھاروں نے زمین پر ایسا طوفان برپا کیا کہ چالیس چالیس گز اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں ڈوبنے لگیں۔

حضرت نوح علیہ السلام مومنین کی کل جماعت کے ہمراہ کشتی میں سوار تھے۔ اس طوفان نے زمین پر وہ تباہی مچائی کہ (۸۰) مومنین کے سوا ساری قوم غرق ہو کر ہلاک ہو گئی اور ان کا نام ونشان ایسا مٹا کہ ان کے وجود کا کوئی حصہ بھی باقی نہ رہا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی چھ مہینے تک طوفانی موجوں پر ایک کمزور تنکے کی مانند ہچکولے کھاتی، چکر لگاتی رہی۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے قریب سے بھی گزری اور سات چکر لگا کر اس مقدس جگہ کا طواف کیا۔ پھر اللہ کے حکم سے یہ کشتی عراق کے شہر جزیرہ کے قریب جودی پہاڑ پر آ کر ٹھہر گئی۔ جس دن یہ کشتی جودی پہاڑی پر ٹھہری وہ دس محرم کا دن تھا۔ جب تمام شیطانی قوتوں کا خاتمہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تجھ پر جس قدر پانی ہے سب کو پی لے۔ اے آسمان تو اپنی بارش بند کر دے۔ چنانچہ بارش رُک گئی اور پانی کم ہونا شروع ہوا اور پہاڑ کی چوٹیاں نظر آنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ اے نوح! اب آپ کشتی سے اُتر جایئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی سے اُتر کر سب سے پہلے جو بستی بسائی اس کا نام 'ثمانین' رکھا۔ عربی زبان میں ثمانین کے معنی اسّی ہوتے ہیں۔ چونکہ کشتی میں ۸۰ افراد تھے اس لئے اس کا نام ثمانین رکھا۔ آپ کی نسل میں بے پناہ برکت ہوئی کہ آپ کی اولاد تمام روئے زمین پر پھیل کر آباد ہو گئی۔ اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام کا لقب 'آدم ثانی' بھی ہے۔

اس تاریخ ساز واقعہ کو تفصیلاً قرآن مجید میں سورۂ ہود کے چوتھے رکوع میں ملاحظہ کیجئے اور تفسیر صاوی، ج ۲ ص ۱۸۲ تا ۱۸۵ ملاحظہ کیجئے۔

مسلمانو! حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ میں بڑی بڑی عبرتوں کے سامان موجود ہیں جن سے مومنین کے قلوب انوار و تجلیات سے منور اور روشن ہو جاتے ہیں اور شیطان کے پیروکاروں اور نبی کے گستاخوں کے سر ندامت سے جھک جاتے ہیں۔ کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا مگر بے ادب تھا وہ بھی غضبِ الٰہی کا شکار ہوا جس سے واضح ہوا کہ اللہ کو بھی وہ لوگ پسند ہیں کہ جن کے دل میں اللہ اور اس کے محبوب نبیوں کے عشق کا چراغ روشن ہو اگر کسی کے دل میں یہ چراغ شعلہ زن نہیں تو خواہ وہ کتنا ہی عزیز اور قریب کیوں نہ ہو اللہ کے قہر کا شکار ہو جاتا ہے اور انبیاء کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو عذابِ الٰہی اپنی گرفت میں لے کر نیست و نابود کر ڈالتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی گستاخی کی سزا

دمشق کے بادشاہ حداد بن حداد نے ایک مرتبہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں پھر بغیر حلالہ کے وہ اسے اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا اس نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فتویٰ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اب تم پر حرام ہو چکی ہے۔ اس کی سابقہ بیوی کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کیلئے منصوبے بنانے لگی۔ چنانچہ اس گستاخ عورت نے بادشاہ کو مجبور کر کے قتل کی اجازت حاصل کر لی جس وقت حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کرا دیا اور آپ کا سر مبارک ایک طشت میں اپنے سامنے منگوایا۔ کٹا ہوا سر بھی یہی کہتا رہا کہ تو بغیر حلالہ کرائے بادشاہ کیلئے حلال نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے مقدس نبی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کرنے کے جرم میں اسے یہ سزا ملی کہ وہ عورت زمین میں دھنس گئی۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۲ ص ۵۵)

مسلمانو! یاد رکھو اس انسان سے زیادہ بد بخت اور کوئی انسان نہیں ہو سکتا جو انبیاء علیہم السلام کے ناموس کو تار تار کر کے رکھ دیتا ہو حالانکہ یہ وہ مقدس اور برگزیدہ ہستیاں ہوتی ہیں جو نہ کسی کو ستاتی ہیں اور نہ ہی کسی کے حق پر ڈاکہ ڈالتی ہیں جو بغیر کسی اُجرت کے انسانوں کی اِصلاح کر کے انہیں فلاح و سعادت دارین کی عزتوں سے سرفراز کرتی ہیں۔ انبیاء کی عزت و ناموس سے کھیلنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے قہر و غضب سے دونوں جہاں میں ملعون کر دیتا ہے۔ محبوبانِ خدا سے دشمنی رکھنا ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی سزا

بلعم بن باعورہ اپنے دور کا بہت بڑا عابد وزاہد اور جید عالم دین تھا۔ اسے روحانیت میں بڑا کمال حاصل تھا۔ وہ عرش اعظم کو اپنی جگہ بیٹھ کر دیکھ لیا کرتا تھا۔ بارگاہِ خداوندی میں اس کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ وہ جو دعا مانگتا قبول ہوجایا کرتی تھی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سرکش اور نافرمان قوم جبارین سے جہاد کرنے کیلئے روانہ ہوئے تو یہ قوم گھبرا گئی اور بلعم بن باعورہ کے پاس آئی اور روکر کہنے لگی اے بلعم حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک طاقتور فوج کے ساتھ ہماری قوم پر حملہ کرنے آرہے ہیں۔ آپ چونکہ اللہ کے مقرب اور محبوب بندے ہیں آپ کی دعا قبول ہوتی ہے لہٰذا آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے لشکر کیلئے ایسی بددعا کردیں کہ وہ شکست کھا کر پلٹ جائیں۔ یہ سن کر بلعم بن باعورہ کانپ اُٹھا اور کہنے لگا خدا کی پناہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور ان کے لشکر میں مومنوں اور فرشتوں کی جماعت شامل ہے ایسی مقدس ہستی پر میری یہ جرأت نہیں ہوسکتی کہ میں ان کیلئے بددعا کروں۔ مگر نافرمان اور بے ادب قوم کا یہ حال تھا کہ وہ مسلسل رو رو کر اور گڑگڑا کر اصرار کرنے لگی حتیٰ کہ بلعم بن باعورہ کا دل کچھ نرم پڑ گیا اور کہنے لگا پہلے میں استخارہ کروں گا اگر مجھے اللہ کی طرف سے اجازت مل گئی تو بددعا کرونگا جب استخارہ کیا تو اسے اجازت نہیں ملی۔ پھر اس نے اپنی قوم سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر میں نے اللہ کے نبی کیلئے بددعا کی تو میری دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد ہوجائیں گی۔ لہٰذا میں بددعا نہیں کرسکتا۔ پھر قوم جبارین نے مال ودولت اور گراں قدر تحفے اس کی خدمت میں پیش کئے۔ یہاں تک کہ بلعم بن باعورہ پر حرص وطمع کا بھوت سوار ہوگیا اور مال ودولت کے لالچ میں ایسا مبتلا ہوا کہ وہ گدھی پر سوار ہوکر بددعا کیلئے چل دیا راستہ میں کئی بار ایسا ہوا کہ گدھی ٹھہر جاتی اور منہ موڑ کر بھاگنا چاہتی، مگر یہ اس کو مار مار کر آگے بڑھاتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے گدھی کو قوت گویائی عطا کی' گدھی بولی! اے بلعم بن باعورہ تجھ پر افسوس کہ تو اللہ کے نبی اور مومنین کی جماعت کیلئے بددعا کرنے جارہا ہے۔ دیکھ میرے آگے فرشتے ہیں جو میرا راستہ روکتے اور میرا منہ دوسری طرف کرتے ہیں۔ گدھی کی ان باتوں کا اس پر ذرا اثر نہ ہوا۔ حتیٰ کہ وہ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے لگا۔ مال ودولت کے لالچ نے اسے مدہوش کردیا تھا چنانچہ اس نے اللہ کے برگزیدہ نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ کیلئے بددعا کرنا شروع کردی لیکن خداوند قدوس کی شان دیکھئے کہ وہ بددعا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے کرنا چاہتا تھا مگر بددعا اس کی قوم کیلئے اس کی زبان پر جاری ہوجاتی تھی۔ قوم نے جب یہ دیکھا تو اسے ٹوکا کہ اے بلعم تم تو ہمارے لئے بددعا کرنے لگ گئے۔